شریمد
بھگوت گیتا

(بزبانِ فارسی)

فیضی

شریمد

بھگوت گیتا

بزبانِ فارسی

از

فیضی

مُرتّبہ:- محمد شفیع کمبوہ

باراوّل

قیمت بلا جلد عـہ

اِنتساب

ہر

اُس انسان کے نام جو

صحیح اِنسانیت کی تلاش میں

سرگرداں ہے

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ حال

ہندو مذہب کی مقدس کتب میں سے جس کتاب نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور جس کے سب سے زیادہ تراجم غیر ملکی زبانوں میں ہوئے شریمد بھگوت گیتا ہے۔ سب سے پہلا ترجمہ جو کسی غیر ملکی زبان یعنی فارسی زبان میں اس کتاب کا کیا گیا غالباً **علامہ فیضی** کا یہی ترجمہ ہے جو اس وقت آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ یہ دونوں فارسی نثر میں ہیں۔ ایک نسخے پر تو کسی مترجم کا نام درج نہ ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہو سکی کہ یہ کس بزرگ ہستی کی کاوشِ علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے:-

"آغازِ بھگوت گیتا کہ در مہابھارت سری کرشن جیو با ارجن از زبانِ مبارک فرمودہ اند کہ آں را بزبانِ ہندوی گیتا مے

گوبند - ارجن باجر جیودھن .... الخ"

البتہ دوسرے نسخہ پر ابوالفضل کا نام درج ہے - لیکن مستشرقینِ یورپ اِس سے متفق نہیں - اُن کی رائے میں یہ ترجمہ شاہجہان کے بڑے بیٹے شہزادہ دارا شکوہ کا کیا ہؤا ہے اور یہ اس طرح شروع ہوتا ہے :-

"اوّل از جمن پکھا د نام دھرتراست (دھرت راشٹر) گفت لے سنجے در زمین کرکھیت (کورو کھشیتر) کہ مزرعہ نیکوکار است مردم من و جماعت .... الخ

مذکورہ بالا موخرالذکر قسم کا ایک عدد قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پاس بھی موجود ہے اس نسخہ پر شہزادہ دارا شکوہ کا نام درج ہے - نیز اسے آبِ زندگی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے - سوسائٹی مذکورہ کے محققین کی رائے میں یہ ترجمہ شہزادہ موصوف کی بجائے کسی اور نامعلوم ہستی کا کیا ہؤا ہے بعینہٖ اسی قسم کا ایک قلمی نسخہ جناب پنڈت امرناتھ مدن صاحب ساحر دہلوی تحصیلدار پنشنر لال حویلی چوڑی گراں دہلی کے پاس بھی موجود ہے - ان کی رائے میں یہ ترجمہ علامہ فیضی کا کیا ہؤا ہے - چنانچہ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے کارکنانِ

ہندو مہا سبھا دہلی کے ایما سے اس نسخہ کو رازِ مغفرت کا نام دے کر کتابی صورت میں دہلی سے شائع کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نسخہ تو ایک ہی ہے اور مترجم بھی یقیناً ایک۔ مگر محققین کی رائے میں ایک غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اظہار رائے تو سب نے کر دی لیکن حقیقی مترجم کوئی بھی نہ ڈھونڈھ سکا۔ ہر ایک نے محض قیافہ آرائی سے ہی کام لیا۔ اور اپنے اپنے دعاوی کے ثبوت میں کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں دی۔

اب اس منظوم ترجمے کو لیجئے۔ اس نوعیت کا بھی ایک قلمی نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے پاس موجود ہے جس کے سرورق پر علامہ فیضی کا نام لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں کسی کندن لعل سیار کے ہاتھوں شاہجہان آباد میں قلمبند ہوا۔ سوسائٹی والوں کی نظر میں یہ ترجمہ علّامہ فیضی کا نہیں۔ مگر قاضی محمد منیر صاحب صدیقی آف نارووال (پنجاب) کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی یہ کہ یہ ترجمہ علّامہ فیضی کا ہی کیا ہوا ہے۔ چنانچہ زمانہ حاضرہ کے بھی بعض علماء و فضلا کی رائے اس بارہ میں جب طلب کی گئی تو بعض نے اس کے حق میں اور بعض نے اس کے مخالف رائے دی۔ مخالفین اپنے

دعویٰ کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس ترجمہ کی زبان ویسی نہیں جیسی کہ علّامہ فیضی کی دوسری کتابوں اور بالخصوص مثنوی نل دمن کی ہے - اور یہ کہ یہ ترجمہ کسی کا نَوسِکھ کا کیا ہوا معلوم ہوتا ہے - اعتراض تو کسی حد تک بجا ہے مگر انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ آمد اور آورد میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے - مثنوی نل دمن آمد ہے اور اس ترجمہ میں سراسر آورد دوسرے یہ کہ کسی شاعر کے ابتدائی کلام اور آخری دور کے کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے - تیسرے یہ کہ جس کا نَوسِکھ کو فارسی پوری طرح نہیں آتی وہ بھلا عربی زبان کا کیسے ماہر ہو سکتا ہے کیونکہ اس ترجمہ میں تو عربی زبان کے الفاظ اور محاورے کثرت سے پائے جاتے ہیں - چوتھے یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اُس زمانہ میں چھاپہ خانہ تو تھا ہی نہیں - شائقین ہمیشہ ایک دوسرے سے کتب مہیّا کر کے کاتبوں سے لکھوا لیا کرتے تھے - اور کاتب حضرات کو آپ جانتے ہی ہیں کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں بھی بڑی بڑی فاش غلطیاں کر جاتے ہیں اگر نفسِ بھگوت گیتا میں ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں تو اس میں کاتب حضرات موردِ الزام ہیں نہ کہ شاعر - پانچویں یہ

کہ کہنے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ ترجمہ علامہ فیضی کا نہیں مگر یہ کوئی بھی نہ بتلا سکا کہ یہ ترجمہ آخر ہے کس کا۔ ان مختصر سی وجوہ کے بیان کر دینے کے بعد ہمیں قاضی محمد منیر صاحب جیسے فاضل کی رائے سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ قاضی صاحب موصوف کے پاس بھی اسی نوعیت کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا جس کو انہوں نے منظوم صورت میں بزبان اُردو "اسرار معرفت" کا نام دے کر ۱۹۲۱ء میں لاہور سے شائع کیا۔ یہ منظوم اردو ترجمہ اس وقت بھی قاضی صاحب موصوف کے بھانجے قاضی محمد نذیر احمد آڈیٹر دفتر اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور سے مل سکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگلشیہ کے دور دورہ سے پیشتر اکثر اصحاب ذوق کے پاس انہیں اقسام کے قلمی نسخے موجود تھے۔ جن میں سے کسی ایک کو فراہم کر کے لاہور کے ایک تاجر کتب میسرز رام پرشاد نرائن دت بیرون لوہاری دروازہ لاہور نے ایک معمولی سے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ اس کی کتابت اور طباعت کے متعلق اگر بدترین کا لفظ استعمال کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ چند یوم ہوئے کہ یہ نسخہ اپنے

دیرینہ کرم فرما، ادیبِ روزگار جناب مسٹر پی کے واتل دام اقبالہٗ حال اکونٹنٹ جنرل صاحب بہادر صوبہ پنجاب لاہور کی نظر سے گذرا۔ سرسری نظر میں ہی آپ کی دور رس اور دقیقہ شناس نگاہوں نے اس نسخہ کی علمی، ادبی اور اصطلاحی غلطیاں نکال ڈالنے کے علاوہ کئی ایک دوسری خامیوں کی طرف اشارہ کیا۔ جنہیں دیکھ کر مجھے بھی دُکھ ہوُا اور مَیں نے محسوس کیا کہ اتنی نایاب چیز ایسی کس مپرسی کی حالت میں نہ رہنی چاہیئے۔ چنانچہ مَیں نے تہیّہ کر لیا کہ کم از کم ایک بار تو ضرور زمانہ گذشتہ کے ہندو مسلم اتحاد کی یاد کو تازہ کرانے والے اس بہترین تحفہ کو تصحیح کر کے اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ اپنے بھائیوں کی خدمت میں پیش کروں۔ کہنے کو تو آسان بات ہے مگر کام کرنے والا ہی جانتا ہے کہ کسی کتاب کی تصحیح میں کیا کیا مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ چنانچہ کئی مہینوں کی مسلسل محنت اور پانی کی طرح روپیہ بہا دینے کے بعد جو نتیجہ برآمد ہوُا وہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

پیشتر اس سے کہ آپ کو شریمد بھگوت گیتا کے نفسِ مضمون اور مطالب و مقاصد سے آگاہ کیا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

آپ کو اس فاضل اور قابل قدر مترجم علامہ فیضی کے مختصر سوانح
حیات سے بھی روشناس کرایا جاتے۔ کیونکہ یہ ترجمہ درحقیقت شریمد
بھگوت گیتا کا تحت اللفظ ترجمہ نہیں بلکہ اس کے ہر ادھیائے
(باب) کے نفسِ مضمون کو ذہن میں جگہ دے کر نہایت آزاد خیالی
سے اس کے مطالب کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی
ہے۔ کیوں نہ ہو۔ بھلا علّامہ فیضی جیسے سنسکرت کے زبردست
فاضل کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی۔ ترجمہ کرتے وقت فاضل
موصوف نے اصل مطالب کو فوت نہیں ہونے دیا۔ نیز یہ کہ ترجمہ
کرتے وقت زبان ایسی سادہ سلیس اور شستہ استعمال کی
ہے کہ آج کل کے زمانہ کا ایک اوسط درجے کا فارسی دان
بھی سب کچھ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ یہ تمام خوبیاں آپ اسی
ترجمہ میں پائیں گے ورنہ شریمد بھگوت گیتا کے دوسرے جتنے بھی
تراجم آپ کو غیر ملکی زبانوں میں ملیں گے وہ بغیر امدادی کتب یا تشریحی
نوٹ کے پڑھے نہیں جا سکتے۔ حتیٰ کہ اردو جیسی عام فہم زبان میں بھی
جتنے تراجم موجود ہیں ان میں بلا مبالغہ ستر فیصدی سنسکرت کے الفاظ
پائے جاتے ہیں جن کا پڑھنا اور سمجھنا کار سے دارد والا مسئلہ بن کر رہ جاتا
ہے۔ اس منظوم ترجمہ میں سوائے اُن مخصوص الفاظ کے جن کا بدل

استعمال کرنے سے مطلب کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ قابل مترجم نے فارسی الفاظ کو نہایت قابلیت کے ساتھ جگہ دی ہے اور کسی مترجم کے لئے بھی سب سے بڑی خوبی کی بات ہے۔ اس بات کا اندازہ صرف وہی حضرات لگا سکتے ہیں جو سنسکرت اور فارسی دونوں زبانوں میں کافی استعداد رکھتے ہوں۔

آخر میں میں اپنے اُن تمام احباب کا جو کہ میرے اس کام میں ممد و معاون ثابت ہوئے اور جنہوں نے میری ہر طرح سے حوصلہ افزائی فرمائی دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

نہ ستائش کی تمنّا نہ صلہ کی پروا
نہ سہی گر میرے الفاظ میں معنی نہ سہی

یکم دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء

محمد شفیع کمبوہ

علامہ ابو الفیض فیضی فیاضی

علامہ فیضی اکبرِ اعظم شہنشاہ ہندوستان کے عہدِ حکومت میں بمقام آگرہ ۱۵۴۷ء مطابق ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مبارک ایک ستم رسیدہ بزرگ کے بیٹے تھے۔ افلاس و نکبت کی وجہ سے بوڑھا شیخ ان کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام تو نہ کر سکا مگر تاہم اُس نے ان کی بہترین تعلیم کے لئے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ بچپن ہی میں ہونہار تھے۔ مختلف مشائخ کی صحبت میں رہ کر جوان ہوئے۔ علم و فن کا شہرہ دور دور پھیل گیا۔ اسی دوران میں سوئے اتفاق سمجھئے یا کچھ اور کہ اکبرِ اعظم کے کانوں تک ان کی خبر پہنچی۔ جوہری کو جوہر کی تلاش نے اتنا بے قرار کر دیا کہ بارگاہِ عالی سے فوراً ہی حکمنامہ طلبی صادر ہوا۔ آناً فاناً چند ترکمان سپاہی ان کے دروازے پر جا دھمکے۔ بوڑھا شیخ تو اس وقت گھر میں ہی موجود تھا مگر یہ کہیں باہر نکلے ہوئے تھے۔ ترکمانوں کو دیکھ کر شیخ سہم گیا۔ سمجھا کہ کوئی اور بلائے ناگہانی نازل ہو رہی ہے۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو گئے۔ کہتا ہو گا ؎

یہیں نازل جو ہوتی ہر بلا ہے
مرا گھر ہے کہ یا رب کربلا ہے

اسے کیا علم تھا کہ اس کا لڑکا مجرم کی حیثیت سے نہیں بلکہ بادشاہ کے شوق کا گلدستہ بن کر جا رہا ہے۔ اسی سوچ میں تھا کہ اُدھر سے صاحبزادہ صاحب بہادر بھی تشریف لے آئے اور ترکمان سپاہیوں کے ساتھ یہ جا وہ جا گھر والے اسی حیرانی و پریشانی میں تھے کہ چند دنوں کے بعد مفصل حالات سے مطلع ہونے پر بوڑھے شیخ کے دل کی مرجھاتی ہوئی کلی ایک بار پھر شگفتہ ہوئی۔ بادِ خزاں کی جگہ اب پھر بادِ بہاری کے جھونکے آنے لگے نحوست دور ہوئی اور ہر طرف سے مبارکبادی کی صدائیں آنے لگیں۔

دربارِ شاہی میں حاضر ہوئے تو انہیں بادشاہ کے کٹھرے کی جالی کے باہر کھڑا ہونے کو کہا گیا۔ کھڑے ہوتے ہی فی البدیہہ یہ قطعہ پڑھا:-

بادشاہا بروں پنجرہ ام از سرِ لطفِ خود مرا جادہ
زانکہ من طوطیٔ شکر خایم جائے طوطی درونِ پنجرہ بہ

گوہر شناس اکبر اس حاضر کلامی سے بہت خوش ہوا اور نزدیک آنے کی اجازت بخشی۔ سب سے پہلا قصیدہ جو علامہ فیضی نے دربار میں پڑھا تقریباً دو صد اشعار پر مشتمل ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

سحر نوید رساں قاصدِ سلیمانی رسید ہمچو سعادت کشادہ پیشانی

اول اول مشہورؔ تخلص کیا۔ پھر فیضی اور بعدازاں فیاضی۔
ایک بلند خیال شاعر اور شگفتہ مزاج عالم ہونے کے سبب بہت جلد ہی بادشاہ کے مصاحب خاص چنے گئے۔ معاملہ سیاسی ہو یا مذہبی کوئی بات ایسی نہ تھی جس میں ان کی رائے نہ لی جاتی ہو۔ تمام شہزادے تعلیم کی خاطر انہیں کے سپرد ہوتے چنانچہ شہزادہ سلیم، مراد اور دانیال کو ان ہی کی شاگردی کا فخر حاصل تھا۔ سنہ ۹۹۶ھ میں انہوں نے ایک رباعی لکھی:۔

آں روز کہ فیض عام کردند ۔۔۔ مارا ملک الکلام کردند

مارا زمتاع درربودند ۔۔۔ تا کار سخن تمام کردند

شہنشاہ اکبر جو ہمیشہ انہیں شیخ جیو کے نام سے پکارا کرتے تھے اس رباعی کو سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور علاوہ مروجہ انعام و اکرام کے انہیں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت فرمایا۔
ایک غیر معمولی قابلیت کے حامل ہونے کے باعث انہوں نے تقریباً ہر مضمون یعنی نظم، طب، نجوم، موسیقی، حکمت، تصوف، ہیئت، ہندسہ، تفسیر، حدیث اور فقہ پر لاتعداد کتابیں تصنیف کیں۔ علاوہ فارسی اور عربی کے چونکہ سنسکرت زبان کے بڑے زبردست فاضل تھے۔ اس لئے اکبر اعظم کے حکم سے سنسکرت کی بیشتر کتابوں کا ترجمہ فارسی

زبان میں کرتے رہے۔ لیلاوتی (جو کہ سنسکرت زبان میں ریاضی کی کتاب تھی) مہابھارت۔ اتھروَن بید اور بھاگوت گیتا وغیرہ کا ترجمہ ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ علاوہ مندرجہ بالا کتب کے اُن کی مشہور و معروف تصنیفات درج ذیل ہیں :-

تفسیر سواطع الالہام۔

موارد الکلم

مرکز ادوار بمقابلہ مخزن اسرار از نظامی گنجوی۔

سلیمان بلقیس " خسرو شیریں " "

نل دمن " لیلیٰ مجنوں " "

ہفت کشور " ہفت پیکر " "

اکبر نامہ " سکندر نامہ " "

تباشیر الصبح یعنی دیوان فیضی فیاضی جو کہ تقریباً نو ہزار ابیات کا مجموعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ مثنوی نل دمن کا جواب آج تک نہیں لکھا گیا۔ ان کے علاوہ فیضی فیاضی کے وہ خطوط جو انہوں نے امورِ سلطنت وغیرہ کے سلسلے میں وقتاً فوقتاً لکھے انشائے فیضی کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ خطوط علم و ادب میں ایک نمایاں اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۵-اکتوبر ۱۵۹۵ء مطابق ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ میں تقریباً چھ ماہ بعارضہ ضیق النفس و استسقاء وغیرہ مبتلا رہ کر اس دنیا سے فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ بیماری کے ایام میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

گر ہمہ عالم بہم آید بجنگ
نشود پائے یکے مو لنگ

دیباچہ

ہندو عوام کا بالخصوص و بیشتر، دیگر مذاہب کا بالعموم یہ عقیدہ ہے کہ خدا اپنی ذات کو دنیا کے سامنے وقتاً فوقتاً مختلف قالبوں میں پیش کیا کرتا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کو خدا کا مظہر یا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان اوتاروں کا ظہور خود بخود نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ عین اس وقت ہوتا ہے جب دنیا میں ان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ ان اوتاروں کے ذمّے الگ الگ فرائض ہوتے ہیں۔ جن کو وہ مختلف حالتوں اور مختلف شخصیتوں کی صورت میں ظاہر ہو کر پورا کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شریمد بھگوت گیتا میں اس بارے میں خدا کی طرف سے یوں ارشاد ہوتا ہے ؎

چو بنیادِ دیں سست گردد ہمے
نمائیم خود را بشکلِ کسے

روزمرہ کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب کسی علاقہ

یا قصبہ وغیرہ میں قانون شکنی یا بدامنی حد سے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو وہاں کی حکومت قیام نظم ونسق کی خاطر ایسے باغی حلقوں کے لوگوں کو درست کرنے کے لئے تعزیری پولیس مقرر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب دنیا میں بد کرداری یا بد اخلاقی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے تو پروردگار عالم اپنے کسی خاص بندے کو دنیا والوں کی اصلاح کے لئے مامور کر دیتا ہے یہی شخص بعد ازاں خدا کا اوتار کہلاتا ہے۔ ان اوتاروں یا مصلحین کے مختلف مدارج یا طبقے ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ تین طرح سے ظہور میں آتے ہیں جیسا کہ مندرج ذیل ہے:-

ا- پہلا طبقہ ان مصلحین کا ہوتا ہے کہ جن کی آمد کے وقت دنیا پر مادیت کے بادل چھائے ہوتے ہوں۔ ہر طرف حرص وہوا نفسانیت و خود غرضی کا دور دورہ ہو۔ اور خودی و خود بینی کے سوا لوگوں کو کچھ نہ سوجھتا ہو۔ یہ بزرگ جو اس وقت ظہور میں آتے ہیں نیکی کی تعلیم اور اخلاق کا درس دینے میں اپنے اندر ایک خاص کمال رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے مصلحین میں سے شری بیاس جی اور شری شنکر اچاریہ جی انہیں اوصاف کے مالک تھے۔

ب - دوسرے طبقہ کے بزرگ جوکہ خلوص و ایثار کے پیکر ہوتے ہیں اور جن کی زندگی تقدس و پاکبازی کا مجسمہ ہوتی ہے اس وقت ظہور میں آتے ہیں جب کہ دنیا میں بدکرداری و بدچلنی کا سیل امڈ آیا ہو۔ نیز اہلِ دنیا کے احساسات مکمل طور پر فاسد ہو چکے ہوں۔ مہاتما بدھ۔ بابا کبیر داس۔ حضرت مسیح اور گورو نانک کا نام اس سلسلے میں پیش پیش ہے۔

ج۔ جب ہر دو طبقات بالا کے مصلحین کو گزرے ہوئے کافی عرصہ ہو جاتا ہے اور دنیا میں ان کی تعلیمات کا اثر ماند پڑتا دکھائی دیتا ہے اُس وقت قدرت ایسے اشخاص کو جنم دیتی ہے جو کہ تاریخِ عالم کا رخ بدل دیتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں اس درجہ کے ہادی سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور ہندوستان سے باہر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلعم تھے جو کہ نہ صرف ایک جدید مذہب ہی بلکہ ایک جدید تمدّن و سلطنت بھی قائم کر گئے۔

شری کرشن جی

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ کی ورق گردانی کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگِ مہابھارت برپا ہونے سے پیشتر کا زمانہ ایک عجیب قسم کا فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہندوستان میں ظلم

وجبر حرص وطمع کی حکمرانی تھی۔ تاجداروں کا شمار راہزنوں سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بدکرداری عام ہو چکی تھی۔ چنانچہ ضرورتِ وقت کو دیکھ کر قدرت نے ایک ایسے شخص کو جنم دیا جو کہ تعصب، استبداد اور ظلم کا سخت دشمن تھا۔ اور جس نے کہ دنیا کو محبت و مساوات کا درس دیتے ہوئے اپنی ساری عمر دنیا والوں کو راہِ راست پر لانے میں گذار دی۔ اس عظیم الشان اور واجب الاحترام ہستی کو سری کرشن جی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو جامعیت اور ہمہ گیری ان کی زندگی میں پائی جاتی ہے اس لحاظ سے اُن کا شریک کسی کو نہیں سمجھا جاتا۔ چنانچہ سری رامچندر جی سے بھی ان کا درجہ بلند سمجھا جاتا ہے۔ اِس فوقیت و برتری کا ثبوت صرف اسی بات سے مل سکتا ہے کہ حکمائے ہند نے دنیا کی عمر کو چار جگوں یا چار زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے **ست جگ** دوسرے **ترتیا جگ**۔ تیسرے **دواپر جگ** اور چوتھے **کل جگ**۔

ست جگ گویا انسان کی معصومیت کا دور تھا۔ ہر طرف نیکی ہی نیکی تھی اور بدی کا نام تک بھی نہ تھا۔ دوسرے دَور ترتیا جگ میں نیکی کی قوت کچھ گھٹنے لگی اور بدی و نیکی کے مابین ایک اور تین کا تناسب ہو گیا۔ تیسرے دور یعنی دواپر جگ میں

نیکی اور بدی کی قوتیں مساوی ہوگئیں۔ چوتھا کلجگ کا دور تھا
جس میں کہ نیکی بالکل مفقود اور بدی مکمل طور پر غالب تھی۔ ہر
طرف بدکرداری و خود غرضی ہی دکھائی پڑتی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے
کہ سری رامچندر جی کی پیدائش ترتیا جگ کے خاتمہ اور
دواپر جگ کے آغاز میں ہوئی۔ برعکس اس کے سری کرشن جی
اس وقت پیدا ہوئے جب کہ دواپر جگ ختم اور کلجگ شروع
ہو رہا تھا۔ یعنی یہ کہ اس وقت دنیا میں بدی ہی بدی چھائی ہوئی
تھی۔ اس پر آشوب زمانے میں جنم لے کر اہلِ دنیا کو راہِ راست
پر لانا کچھ آسان کام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سری کرشن جی کو
دوسروں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر
لمحہ بدطینت انسانوں کے ساتھ جنگ و جدل کرنے میں صرف ہوتا۔
وہ تمام عمر مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے نجات دلانے میں مصروف
رہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود مہابھارت کی جنگِ عظیم
برپا کرائی اور جب دیکھا کہ اس عظیم الشان قتل و غارت کے بعد
بھی ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تو اسی قسم کی ایک اور جنگ وار کا
کے قریب برپا کرادی جس میں کہ تقریبًا پانچ لاکھ انسانوں کو
ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ جب جا کر کہیں ہندوستان

میں امن قائم ہوا۔

دنیا کا نظام اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب کہ ہر طبقہ ہر جماعت بلکہ ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ مکمل آزادی و اطمینان حاصل ہو۔ اور کوئی کسی دوسرے کے کام میں خواہ مخواہ مداخلت نہ کرے۔ چنانچہ یہی عظیم الشان مقصد سری کرشن جی کے ہمیشہ پیشِ نظر رہا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے دوران میں جو تلقین وہ کرتے رہے ہیں اس کو شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شریمد بھگوت گیتا۔

بھگوت گیتا سنسکرت کا لفظ ہے اس کے معنی بھگوان کا گایا ہوا گیت ہیں۔ بظاہر تو شریمد بھگوت گیتا ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت کا ایک جزو ہے مگر دراصل جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے شری کرشن جی کے ان مختلف اقوال کا مجموعہ ہے جو کہ وقتاً فوقتاً انہوں نے دنیا والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے کہے۔ درحقیقت انسان کی روحانی و جسمانی بیماریوں کے لئے یہ ایک ایسا بیش بہا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے انسان بجا طور پر صحیح انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ پہاڑ دل اور

جنگلوں میں مارے مارے پھرنے والوں، مندروں مسجدوں اور کلیساؤں میں خدا کو ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ ایک مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔ اس صحیفے میں اگر ایک طرف روحانیت کا درس دیا گیا ہے، تو دوسری طرف انسانیت کی بھی تعلیم دی گئی ہے۔ متعدد دلائل اور بیش بہا پند و نصائح سے انسان کو اس کے صحیح مقاصدِ زندگی سے آگاہی بخشی گئی ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر
اقبالؒ

وہ زرین اصول جن پر زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جن پر کہ عمل پیرا ہونے سے انسان رفتہ رفتہ بارگاہِ خداوندی میں قرب حاصل کر سکتا ہے۔ مختصراً یہ بتلائے گئے ہیں

ا۔ خدا کا ایک جاننا اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

ب۔ چونکہ خدا کے نزدیک تمام انسان یکساں ہیں اور فضیلت صرف اُسی کے لئے ہے جس کے کام اچھے ہونگے۔ لہٰذا ہر وقت اور ہر لمحہ نیکی کرنا۔

ج۔ اپنے ہر فعل یعنی کام کو کرنے کے بعد خدا کی طرف سونپنا۔

د۔ روزمرہ کی زندگی میں جو کچھ بھی کرنا وہ بغیر کسی لالچ و فائدہ کو ملحوظ رکھ کر کرنا۔ بلکہ اُسے اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر ادا کرنا وغیرہ وغیرہ۔

پیشتر اس کے کہ مندرجہ بالا امور کی وضاحت کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے گیتا کے اس روحانی فلسفے کی جانب آپ کی توجہ منعطف کرائی جائے جس کو مسلمان صوفیوں کی اصطلاح میں تصوّف کہتے ہیں۔ چنانچہ جس ترتیب کے ساتھ اس کی تشریح گیتا میں موجود ہے اسی ترتیب کے ساتھ یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

روح اور جسم

ارشاد ہوتا ہے کہ رُوح ابدی اور جسم فانی ہے۔ دنیا میں اگر کسی انسان کا لباس پھٹ جاتا ہے تو وہ دوسرا تبدیل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جسم بھی روح کا ایک لباس ہے ایک پھٹا دوسرا پہن لیا۔ بچپن جوانی اور بڑھاپا سبھی روح کے لباس ہیں اور دنیا سدا کال ہے۔ روح چونکہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے اس لئے اس کی تبدیلی کا غم بے سود ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار

سے واضح ہوتا ہے۔

غمِ آن مخور کو نیاید ببار | بیا بر سخنہائے من گوش دار
من و تو دگر ہر چہ موجود ہست | ہمیشہ گرفتار ایں بود و ہست
تغیّر بجسم است و جاں فارغ است | حوادث ہمیں است آن فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست | نہ جانت کہ فارغ ز سرد و سرا ست
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود | شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود

پوشندۂ جامہ جان ست نام
خیالِ فنا گشتنش ہست نام

حواسِ خمسہ اور نفسِ انسان۔

بیان کیا گیا ہے کہ نفسِ انسان پر مختلف حواس کے ذریعے سردی، گرمی، آواز، لذت اور بُو کا کافی اثر پڑتا ہے اور یہ کہ انہیں اثرات کی وجہ سے انسان آرام یا تکلیف محسوس کرتا ہے۔ چونکہ یہ رنج و راحت بیرونی تعلقات کی وجہ سے حواس پر مسلّط ہوتے ہیں اس لئے یہ سب بے اصل ہیں اور ان کا خیال فضول۔ اس کے بعد نفسِ انسانی کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر سہ نفس یعنی کہ نفسِ امّارہ (تموگن)، نفسِ لوامہ (رجوگن) اور نفسِ مطمئنہ (ستوگن) کی کیا کیا خصوصیات ہیں اور یہ کہ انسان اُس وقت تک کامیاب

نہیں ہو سکتا جب تک وہ نفس امّارہ (تموگن) کو قبضہ میں نہ لے آئے۔ نجات صرف اسی کے لئے ہے جس نے کہ نفسِ امّارہ پر قابو پا لیا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

رجوگن۔ ستوگن۔ تموگن، سہ گن — ہمہ خلق زانہا بود بے سخن
از وہر سہ گن مے شود آشکار — کہ موقوف آنہا بود جملہ کار
ستوگن بود خوئے اہلِ کمال — کہ یابند زاں دولتِ بے زوال
صفائے ستوگن جو آئینہ داں — از وہست تسکین آرامِ جاں
ہماں دانش و معرفت مے دہد — کہ انساں ز آمد شدن وا رہد
رجوگن ہمہ تن تمنّا بود — از وکار کردار پیدا بود
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت — بصفہائے نیکاں علم بر فراشت
تموگن بود موجبِ غافلی — از و سر زند جاہلی کاہلی
اگر در تموگن گذشت از جہاں — بود داخلِ زمرۂ ابلہاں
تموگن بہ تحت الثریٰ مے برد — بہ بیں از کجا تا کجا مے برد

بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہد مردانہ شو مدعی

عرفان۔

اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اپنے نفس پر کیسے قابو

پایا جاتا ہے۔ اِس کے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ اس پر قبضہ پانے کا واحد ذریعہ عقلِ سلیم ہے۔ چونکہ جسم کا کام صرف فعل ہے خواہ اس فعل سے کوئی نتیجہ برآمد ہو یا نہ۔ اگر یہ فعل عقلِ سلیم کے تعاون سے سرزد ہو تو وہ ضرور مقبول ہوگا۔ لہٰذا قرار پایا کہ عقلِ سلیم کا حامل ہونا ہر انسان کے لئے نہایت ضروری ہے اور یہی سب سے بڑی کامیابی کا راز ہے چنانچہ ہر وہ انسان جو کہ عقلِ سلیم رکھتا ہو۔ بہت جلد ہی ایک ایسے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے جس کو کہ گیان جوگ یا عرفان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اس مرتبے پر پہنچنے والے کو عارف کہتے ہیں۔ عارف بننے کی خواہش رکھنے والے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ حرص و ہوا کو ترک کرے۔ خواہشات نفسانی کو پاس نہ پھٹکنے دے اور اپنی زندگی میں کم از کم مندرجہ ذیل تیرہ اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے کی کوشش کرے۔

۱۔ خدا کی ذات میں مستغرق رہنا
۲۔ صفات پرستی۔
۳۔ حواس پر قابو۔
۴۔ دل پر قابو۔
۵۔ ضبطِ محسوسات۔
۶۔ زہد۔
۷۔ عمل۔
۸۔ خیرات۔
۹۔ تحصیلِ علم۔
۱۰۔ حبسِ دم۔

۱۱- کم گفتن ۱۳- کم خوردن۔

۱۲- کم خفتن۔

ان اصولوں کی پابندی کے علاوہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصّہ کسی مردِ کامل کی صحبت میں گذارے جب یہ تمام مرحلے طے ہو جائیں گے تو اُس وقت وہ اپنے آپ کو ایک ایسی دنیا میں پائے گا جو کہ اُس کی حقیقی منزلِ مقصود ہو گی۔ یہی دنیا والوں کی انتہا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ؎

شناسائے من عارف کامل است بہر رنگ یادِ منش در دل است
بود عارف آنکس کہ مغرور نیست ریا پیشگی باش منظور نیست
گر او در حقیقت پرستید حق بہ بخشائشِ او بود مستحق
اگر غیریت مے برآرد ز دل بعرفانِ حق مے شود متصل
جہاں پردہ ہست بر روئے جاں نہ بردارد او را بجز عارفاں
بود ہر کہ عارف خدیو جہاں است برائیش بنائے زمین و زمان است
خدا نیست عارف ولے از خدا جدا نیست نزدیک اہلِ صفا

ہمہ در فنا ئیست عارف بجا ست
کہ او رفتہ است خود و با خدا ست

جلوۂ حق۔

جس وقت عارف اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ کر قربِ خداوندی کو حاصل کر لیتا ہے تو اُسے نظامِ دنیا میں ایک بڑی زبردست تبدیلی نظر آنے لگتی ہے۔ کیونکہ اُسے نہ اپنا آپ اور نہ ہی کچھ اور سوجھتا ہے اسے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ جدھر نظر دوڑاتا ہے اسے اپنے معبودِ حقیقی کا پرتو ہی نظر آتا ہے۔ چنانچہ صُوفیوں کے اس مشہور و معروف عقیدہ لا موجود الا اللہ کی تفسیر حسن لطیف پیرایہ میں شریمد بھگوت گیتا میں وقتاً فوقتاً بیان کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

منم آنکہ اوّل ظہورِ من است
جہاں روشن از شمعِ نورِ من است

مرا اوّل و آخر آنکس کہ دید
بجائے کہ نتواں رسیدن رسید

جہاں ہست معدوم موجود جان
بود پرتوِ ذات معبود جان

عرض را ست تغییر جوہر بجاست
یقیں داں کہ آں مہر انور بجاست

منم حرفِ اوّل کہ من گفتہ ام
بصد رنگ دیگر سخن گفتہ ام

زمیں ہم منم آسماں ہم منم
مکیں ہم مرا داں مکاں ہم منم

مرا ظرف و مظروف ہر دو بداں
مرا صرف و معروف ہر دو بداں

منم مہر و من ماہ و من اختر م | منم آنکہ از جملہ بالا ترم
منم قعرِ دریا و ساحل منم | منم آبِ حیواں ہلاہل منم
دریں کارگہ ہر چہ ہستم منم | گواہِ بد و نیک عالم منم
ہمہ در یکے بیں یکے در ہمہ | نگاہ از تامّل فگن بر ہمہ
ہمہ رفتنی او بجائے خود است | کہ اینہا ہمہ از برائے خود است

اگر یافتی کارِ خود ساختی
دگرنہ عیش عمر در باختی

فعل یا عمل

یہ تو تھیں روحانی باتیں اب تصویر کا دُوسرا رُخ لیجئے یعنی یہ کہ دنیا میں رہ کر انسان کو کیسے زندگی بسر کرنا ہے۔ گیتا کی تعلیم یہ نہیں کہ انسان دنیا کو تیاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے بلکہ یہاں تو اس کے بالکل برعکس مشورہ دیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ انسان وہی ہے جو اپنے افعال و اعمال سے اپنے آپ کو صحیح انسان کہلانے کے لئے تگ و دو کرے۔ دنیا میں رہ کر انسانیت کی زندگی بسر کرے۔ سب سے پہلے تو اسے دیکھنا چاہئے کہ اس کا ہر فعل یا عمل رضائے الٰہی کے ماتحت ہو۔ اپنی ہر بات کو خدا کی طرف سونپے۔ جو شخص اس طرح سے زندگی بسر کرے گا وہ

یقیناً رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ اِس بارے میں
یوں ارشاد ہوتا ہے۔

عمل ہر کہ بہر خدا مے کند — بمنزل گہِ قدس جا مے کند
برائے خُدا کُن ہمہ کارہا — مجو ہیچ پاداشش کردارہا

یہ تو تھی عمل کی ایک قسم اب دوسری اقسام کو لیجئے۔ پیشتر
اس سے کہ انسان اندھا دھند عمل کرنا شروع کر دے اُس کے
لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی سے مکمل طور پر آگاہ ہو۔
اور پھر پورے طور پر نڈر ہو کر اُن پر عمل کرنے کی کمر باندھ لے۔
اپنے فرائض کی ادائیگی کے دَوران میں کسی قسم کے خوف، طمع،
دوستی، قرابت اور دیگر ہر قسم کے دنیاوی تعلقات کو نزدیک بھی
نہ پھٹکنے دے۔ جہاں تک ہو سکے ضمیر فروشی سے اجتناب کرے
اور جس بات کو وہ درست سمجھے بلا پس و پیش کر گزرے۔ مثلاً ایک
نوجوان اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا اپنے والد کی موجودگی میں کسی
قابلِ مواخذہ جُرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ بیٹا ملزم کی حیثیت سے
اور باپ بطور گواہ عدالت میں پیش ہوتے ہیں۔ اس وقت اس
بوڑھے باپ کی عجیب کیفیت ہے۔ اُس کے دل و دماغ میں
ایک عجیب قسم کی کش مکش پائی جاتی ہے۔ ایک طرف شفقت

پدری کا جوش ہے تو دوسری طرف قانونِ وقت کا احترام۔ ایک نظر بیٹے پر ہے تو دوسری گویئی عدالت پر۔ عجب الجھن میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر سچ بولتا ہے تو بیٹا سزایاب ہو کر اُس کے ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کا ذریعہ معاش بند ہو جاتا ہے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کی غیرت گوارا نہیں کرتی اور ضمیر ملامت کرتا ہے۔ ان حالات میں شریمد بھگوت گیتا کی تعلیم اُسے سبق دیتی ہے کہ وہ اپنی اخلاقی جرأت سے کام لے کر سارا واقعہ سچ سچ کہہ دے عدالت کو صاف صاف کہہ دے کہ اُس کا بیٹا واقعی مجرم ہے نہ یہ کہ آج کل کے زمانے کی طرح جیسا کہ ایک نوجوان اپنی دولت مندی کے غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے کسی غریب ہمسایہ پر کوئی ظلم ڈھاتا ہے۔ مظلوم آہ و بکا کرتا ہے۔ پولیس میں پہنچتا ہے یا عدالت میں۔ اس وقت مجرم کے والدین۔ خویش و اقارب اور دیگر رشتہ داروں کی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ اوّل تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے ہی نہ پائے۔ اور اگر بفرضِ محال کوئی عادل مظلوم کی دادرسی کرنے کو تیار بھی ہو جائے۔ تو وہ ملزم کو بے گناہ ثابت کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ یہ فعل گیتا کی تعلیم کے بالکل منافی

ہے۔ وہاں تو صرف یہی کہا گیا ہے کہ جس فعل کو درست سمجھو کرتے رہو۔ کیونکہ اچھے افعال ہی سے انسان سرفراز ہوتا ہے جیسا کہ مندرج ہے :۔

زاعمال صورت گرفتہ جہاں ‏ زاعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بجائے کمال ‏ عمل مے رباند زبنیدِ وبال
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز ‏ مکن ترک آں ناتمامی ہنوز
رسد بے عمل کے بمعراج جوگ ‏ عمل مے نہد بر سرش تاج جوگ

زکارے نکو مے رود در بہشت
بقعرِ جہنّم بردکار زشت

بس یہی نہیں کہ انسان اچھا عمل کرتا رہے۔ اور دل میں سوچے کہ اس کی نجات ہو جائے گی بلکہ اس کے ساتھ اسے ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی پڑے گی۔ جو سب سے زیادہ مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی کڑی شرط لگا دی گئی ہے کہ بڑے بڑے مردانِ کار بھی اپنا سامنہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ انسان جو فعل بھی کرے وہ بغیر کسی لالچ یا معاوضہ کی امید سے کر گذرے۔ اُسے اپنا فعل کرتے وقت دل میں یہ خیال تک بھی نہ لانا چاہیئے کہ اُس کے عمل کا نتیجہ کیا ہوگا ؟ اُسے فائدہ ہوگا

یا نقصان ۔ اُسے عزت نصیب ہوگی یا ذلت ۔ اپنے ہر عمل کے دوران میں سوچنا چاہئے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اُس کے فرائض منصبی میں داخل ہے ۔ وہ نہ تو کسی پر احسان کر رہا ہے! اور نہ ہی کسی کو عمداً نقصان پہنچانے کا خواہاں ہے ۔ اُس کے ذمّہ صرف فرض کی ادائیگی ہے اور بس ۔ تاریخِ عالم کی ورق گردانی سے آپ کو متعدد مثالیں ایسی ملیں گی جن سے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ بیشتر چھوٹی چھوٹی اور کمزور قومیں ملکی بچاؤ کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتی ہوئیں پروانہ وار آزادی کی شمع پر جل کر ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں ۔

انفرادی حیثیت سے بھی ایک نہیں سینکڑوں مثالیں ایسی موجود ہیں کہ کس طرح بزرگانِ دین حق و صداقت کی خاطر جبر و استبداد کا شکار ہو گئے ۔ اور اُف تک نہیں کی ۔ صرف اس لئے کہ وہ جس فعل کی وجہ سے رنج و محن کی سختیاں برداشت کرنے پر مجبور ہوئے ۔ وہ ان کے فرائضِ منصبی میں داخل تھا ۔ اُنہیں حق و باطل میں تمیز تھی ۔ جو کچھ بھی انہوں نے کیا درست جان کر اور بغیر کسی نفع یا نقصان کی خواہش کے کیا ۔ یہی ہے صحیح انسانیت اور سیدھی راہ جس کا اشارہ شری مدبھگوت گیتا

ہیں یوں کیا گیا ہے

گر از نخلِ کردار خواہی ثمر | شوی خوار در چشم اہلِ نظر
کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار | ہما لست مقبولِ پروردگار
جزائے عمل خواستن خوب نیست | با مید دل کاستن خوب نیست
نخواہد اگر کس جزائے عمل | کند صرف ہمّت برائے عمل

زاعمال ہرگز نتائج مخواہ
بکن محو خود را بذاتِ الٰہ

یہ ہے مختصر خلاصہ سری کرشن جی مہاراج کے اس اپدیش کا جس کو کہ شریمد بھگوت گیتا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے غور سے پڑھیے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کیجیے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اقبالؔ

ادھیائے اوّل ۔ بکھیا جوگ

طرازندۂ داستانِ کہن
بدیں ساں بیفگند طرحِ سخن
کہ پُرسید دھرتراشٹر از سنجی ایں
کہ کُرکھیت رشکِ بہشت بریں
بود مزرعہ آخرت در جہاں
دریں جا رسیدند چوں کورواں

دھرت راشٹر سنجے ۔ کوروکشیتر کا میدان ۔ کورو

دگر پانڈوان از پئے کارزار
چنانست ایں قصہ اے ہوشیار
جوابش چُنیں گفت کاے بادشاہ
بہ بستند ہر دو صفوف سپاہ
چو فرزند تو فوج دشمن بدید
بہ نزد درونا اچارج رسید
بگفتش بہ بیں لشکر پانڈواں
نظر کُن کہ ترتیب دارد چساں
درشٹدمن ہست سالار فوج
جگر دار بیش رد نِق کارِ فوج
بلے ہمچو بھیمے بہ پہلوے او
دگر نکل وسہدیو بازوے او
دگر ارجن است آں چناں پہلواں
کہ لرزد زخوفش بخود آسماں

پانڈو - درونا اچارج - دھرشٹ دیُمن بھیم - نکل سہدیو - ارجن

سر جاودان سانینک نامدار
قوی پنجہ براٹ دشمن شکار
دگر راجہ ججدان بفوج گران
مہیا کیں ہمچو شیر ژیان
دروپد یل عرصۂ رزمگاہ
کند گرد فوجش جہانرا سیاہ
رئیس رئیسان دگر کاشی راج
شہانرا ازو چشم اکلیل تاج
دگر کنت بہوج و دگر شیویار
دگر ابہمن مرد میدان کار
بصد زور و طاقت دگر پرجت است
بدلہاے شیران ازو ہیبت است
جہان پہلوان اُتّوجا دلیر
دگر دہرشٹ کیت است مانند شیر

ساتکی - وراٹ - یودھان - کنتی بھوج - شوبیہ - ابھمنیو - پدھوجت - درشٹ کیتو

دگر پنج فرزند این پانڈوان
که از دروپدی هست بیاد شان
مهاربهی هستند در کارزار
شود هر یکی رو کشش ده هزار
کسانیکه یاران کار من اند
بزور و نما و ستیارِ من اند
شمایدِ بهیکم ندیم المثال
دگر کرپ استاد کارِ قتال
قوی بازوئی من ز فرزند تست
دگر کرن غمخوار مانند تست
دگر سوم دت هست و هم بکرن
دگر پهلوانان و خویشان من
که اینها مراعات من کرده اند
بپئی من بلا را دعن کرده اند

۱ لفظ چلانیوالا - بهیشم پیامه - کرپ - سوم دت - و کرن

سپہ آں طرف گرچہ کمتر بود
ولے ہر دلیرے چو اژدر بود
بظاہر بود فوج من بیشمار
چہ حاصل کہ بھیکم بمن نیست یار
گرفتم کہ با دشمناں جنگ کرد
بخود کارہ از شرم من تنگ کرد
مراعات دشمن چو منظور اوست
کند صرف آں ہرچہ مقدور اوست
خوش است ار دلِ او بدست آورید
کہ بر فوج اعدا شکست آورید
چو ایں گفتگو تا بہ بھیکم رسید
بہ پیچید و خود را بمیداں کشید
چناں مہرۂ خویشتن در نواخت
کز آوازہ او شیر زہرآب باخت

بلب گشت را پنج جن چوں رسید
تو گوئی کہ صورِ قیامت دمید
دگر دیو دت مہرہ ارجن گرفت
کہ لرزہ بر افواجِ دشمن گرفت
بر آوازہ چوں بھیم پُنڈریگ کرد
جہاں چوں شب داج تاریک کرد
یدھشٹر بکف مہرہ خویش داشت
صدایش دل دشمناں ریش داشت
نکل ہم سوگھوش را می نواخت
دل شیر مرداں ازو می گداخت
چو منی پشپ سہدیو آغاز کرد
بلاں از ہر موش پرواز کرد
دردپد شکھنڈی درشدارد من
دگر سا تیک وابھمن صف شکن

لہ تا می شنکھ ۲ پونڈر ۳ انت وجے ۴ سگوش منی پشپ

دگر شاہِ کاشی و بیراٹ نیز
ہماں پنج پورانِ صاحب تمیز
گرفتند این جملہ چوں مہرہا
قیامت نمودار شد در وغا
دلیرانِ دریودھنِ خشم گیں
نہادند صف بستہ از بہرِ کیں
کماں را گرفت ارجن راست کیش
کہ در عرصۂ کیں بُرد کار پیش
نظر کرد بر لشکرِ کوروان
سخن گفت با کشن کاے رازداں
رتھِ من میانِ دو لشکر ببر
بہ بینم کرا ہست دعوے بسر
کدامی مہیاے جنگ من است
کدامی نشانِ خدنگ من است

پانچوں پانڈوں

که بر روئے من میاشد خویش را
که میخواہد اند من دل ریش را
گرا تاب قتل و قتال من است
گرا در سر خود خیال من است
رہفش گشتن آورده در رزمگاه
بگفت این که اے شاہ انجم سپاه
شمارم بتو نام جنگ آوراں
بزور آوراں عرصه تنگ آوراں
یکے بھیکم ست و درونا دگر
که دعویست این هر دو کس را بسر
نظر کرد بر گفته گشتن و گفت
که اے واقف رازهائے نهفت
همه خویش و قوم و تبار من اند
مگر دو کش بکارزار من اند

که گرم وغا شد بخویشان خویش
که اعضائے خود را نمود ست ریش

درین کار حیران کارم بسے
در اندوه و غم دل فگارم بسے

بہم خشک و مو بر تنم خاست ست
ازین غم دل و جان من کاست ست

زدشتم قریب است اُفتند کماں
که در من نماندست تاب و تواں

گرفتم بخویشاں ظفر یافتم
ازیں کُشت و خوں مال و زر یافتم

چه لذّت که از قوم یک کس نماند
ازیں کار دستم بباید فشاند

اگر قوم شد کُشته از دست من
به نفریں کشایند لب مرد و زن

وگر گشتہ گردم من از دست شاں
چہ حاصل کہ جانم رود رایگاں
ز تخت و ز تاج و ز ملک اے حبیب
چہ خیزد کز ینجاست رفتن قریب
اگر چند با ما بدی کردہ اند
بمکر و حیل دشمنی کردہ اند
مگر جنگ کردن نباید مرا
بغیر از تغافل نشاید مرا
یقین ست دریودھن و کوراں
جفا پیشگانند درین جہاں
نہ از پیر ترسند و نے از پدر
بخلق اند اینہا عجب فتنہ گر
سزاوار قتل اند و خونریزی اند
پس از قتل بر بابِ آویزی اند

ولے پاسِ ناموس سدِّ رہ است
کہ دستم زخونریزشاں کوتہ است
نماند زمرداں چو نام و نشاں
بگردند آوارہ ہر سو زناں
شود برن شنکر از آنہا پسر
نیابی ز نامِ نجابت اثر
چو اولاد پیدا شود از حرام
بہ پترِاں رسد کے ثواب طعام
بدوزخ رسد عالمے زیں سبب
کشند مدتے رنج و درد و تعب
نہ بندم بخویشاں کمر بہرِ جنگ
بمن قافیہ گر نمایند تنگ
جہاں داد را راست گفتم اگر
نگوئی پئے جنگ کردن دگر

چنیں گفت و آں پہلوان است کیش
کماں را بیفگند از دست خویش

ادھیائے دوم لبسانکھیوگ

دلش خون ز اندیشہ چوں گشتن دید
بگفتش کہ اے نخلِ باغِ اُمید
نہ زیبد چنیں گفتگو کردنت
بدشمن ضرورست رُو کردنت
جگر کندنت شہرۂ عالم است
نہ آوازہ ات عالمے درہم است
تواں گفتگو کردۂ اختیار
کہ بنود سزاوارِ مردانِ کار
مدہ ہمت از دست در رزمگاہ
کہ بد دل بود در میاں دستگاہ

ندانی کہ جرأت بجنت برد
کند بد دلی خوار و عزّت برد
بمیدان کیں چوں دلیراں درآ
چو خورشید با تیغ عریاں درآ
بگفتا کہ مختار من جنگ نیست
کہ خصمے اخواں بجز ننگ نیست
ازیں بادشاہی گدائی خوش است
بہ تکلیفِ من گر نیائی خوش است
اگر تیغ من قتل ایشاں کُند
چہ حاصل کہ خاطر پریشاں کُند
ازیں فتح خوشتر ہزیمت بود
کنارہ گرفتن غنیمت بود
بخوں لقمہ آلودہ بُردن بکام
بود سخت مکروہ و ازبس حرام

بریں ہم ندانم کہ یابد ظفر
کرا شاہد ملک آید زبر
کرا تخت فرماندہی مے دہند
کرا تختہ بر خاک میداں نہند
ز دستم نمی آید ایں گونہ جنگ
ازیں پیش بر من مکن کار تنگ
دل از غم بدرد آمد و کاست جاں
ز اعضائے من رفت تاب و تواں
کنوں چارۂ کار من خوشتر است
بوضع دگرگوں سخن خوشتر است
سخن کشش سر کرد خندہ دہاں
کہ اے غافل از سرِ کارِ جہاں
چہ بیہودہ غم میخوری دمبدم
کہ سودے نمے بخشد ایں رنج و غم

غم او بجوید محبت او بکش
کہ بے او بجریاں رود جانِ خوش
غم آں مخور گو نباید ببار
بیا بر سخن ہائے من گوشدار
من و تو دگر ہر چہ موجود ہست
ہمیشہ گرفتار این بود و ہست
بہر سہ زمانیم در این جہان
بتغییر و تبدیل نام و نشان
تغیر بجسم ست و جاں فارغ است
حوادث بریں ست آں فارغ است
بگرمی و سردی تنت آشنا ست
نہ جانت کہ فارغ نہ ہر دو سرا ست
بوقتِ معین اجل میرسد
بہر نیک و بد لے خلل میرسد

بسے بادشاہان لشکر کشاں
بخاک اوفتادند از دست شاں
زمانہ بیک وضع بودے اگر
نمی یافت فرزند جائے پدر
غم ایں عزیزاں چرا مے خوری
چرا پردۂ راز را مے دری
تنِ ہر کسے ہمچو جامہ بود
شود پارہ ہر گاہ کہنہ بود
ہوشندۂ جامہ جانست نام
خیال فنا گشتنش ہست خام
چہ یارائے تو تا کسے را کُشی
بہ میداں بنہ پا بصد دلخوشی
ہر آنکس کہ آگاہ ایں راز ہست
بہر ہوشمنداں سر افراز ہست

بود شادی و غم یکے پیش او
ہمیشہ فراغت بود کیش او
ترا دوست میداشتم بسکہ من
کہ گفتم ز اسرار معنی سخن
فنا نیست بر گل بود بر سبو
پراگندگی را بہ ترتیب جو
شناسند مردان اسرار بین
کہ دایم بود ذات جان آفرین
دگر ہرچہ باشد عدم میشود
نہ بر وقت بل دمبدم میشود
چنان است منشور جان در بدن
کہ شمع فروزندہ در پیرہن
ولے در نمی یابدش ہر کسے
نشد معنیش منکشف بر کسے

مقیّد نباشد چو او مُطلق است
مُنزّہ مبرّا چو ذات حق است
جہان است معدوم موجود جان
بود پرتو ذات معبُود جان
عرض را ست تغییر جوہر بجاست
یقیں داں کہ آں مہر انور بجاست
نہ ادنیٰ نہ اعلیٰ نہ او راست وسط
نہ زادہ نہ زائید بود یک نمط
نہ طفل و نہ برنا نہ پیر ست او
سمیع و بصیر و خبیر است او
نہ سوزد بہ آتش نہ آتش بُرد
نہ مستی نہ غفلت نہ خوابش بُرد
نہ آید بہ ادراک کس راز اُو
جہاں جملہ احیائے یک ناز اُو

بچشمِ حقیقت تواں دیدنش
بدل اندروں ہمچو جاں دیدنش
اگر اعتقادِ تو ارجن چنین است
کہ جاں نیز مخلوق جاں آفرین است
بر ہنہم غم و غصہ ات کے رواست
کہ مخلوق را پیش راہِ فناست
اگر جاں فنا میشدے اے عزیز
بجا بودے از کشت و خونت گریز
چو جاں را فنا نیست ایں فکر چیست
ہمہ زندہ ہستند پس مُردہ کیست
ز ملکِ عدم ما ہمہ آمدیم
دمے چند از زندگانی زدیم
بآخر بسوئے عدم مے رویم
بکامِ اجل یک قلم مے رویم

بیندیش هرگز ز مرگ و عذاب
ز میدان مردان رخ خود متاب
یکی می شناسد جهان را عجب
یکی از شناسائیش در تعب
یکی را بحیرت در دیده واست
یکی وہم داند که گویا کجاست
بکاریکه مامور ہستی بکن
بجنگ آوری چیره دستی بکن
توئی چهتری بد دلی عار تست
دلیری بمیدان ہنروار تست
شهادت که بود از آن برتری
نصیب کسی نیست جز چهتری
خوش است ار به بندی کمر بهر جنگ
کنی عرصه کار بر خصم تنگ

زپس خم زدن عار خود را مخواه
مشو پیش اہل جہاں دستگاہ
اگر گشتہ گردی سخلد ست جائے
وگر مستجابی شوی بادشائے

بمیدانِ مرداں قوی دار دل
مگرداں رُخ خود کہ گردی خجل

بود زندگی چوُں حباب اے پسر
بماں نیک نامیِ خود در نظر
مطابق بسا نکہ ست این گفتگو
کہ از دوستی باز گفتم بتو
کنوُں حرف از بوگ سر میکنم
ز اشغالِ آنت خبر میکنم
طریق است مشکل اگر میروی
ازیں شید ہستی رہا میشوی

بود یوگ مقبول اہل نظر
کمش فائدہ میدہد بیشتر
بر آید بخیرات و جگ کام دل
ولیکن نمی بخشد آرام دل
بجگ نیست جز آتش افروختن
تنے چند جاندار را سوختن
طمع میکند کار عالم خراب
طمع میرساند بنا را به آب
رجوگن[1] ستوگن تموگن سہ گن
ہمہ خلق ز انہا بود بے سخن
ازیں ہر سہ گن جوگ سازد جدا
کند جوگ واصل بذاتِ خدا
عمل کن بگفتار من شاد شو
ز تشویش آمد شد آزاد شو

[1] رجوگن نفس لوامہ ۔ ستوگن ۔ نفس مطمئنہ ۔ تموگن ۔ نفس امارہ

ستوگُن بود خوئے اہل کمال
کہ یابند زاں دولت بے زوال
بہ نزدِ کسے کو تمنا کش است
تم و رج بقدرِ ضرورت خوش است
زاعمال ہرگز نتایجؔ مخواہ
بکن محو خود را بذاتِ اِلٰہ
گر از نخل کردار خواہی ثمر
شوی خوار در چشم اہلِ نظر
اگر جوگ را میکنی اختیار
نماند بدنیائے دوں ہیچ کار
بغفلت سرشتانِ دُنیا طلب
بہ بیہودہ گویانِ دُور از ادب
کجا ہست معلوم اسرار جوگ
نہ آید ازیں مردماں کارِ جوگ

ریاپیشگان سراپا دغل
نمایند در کارِ مردم خلل
درآرند در دام تزویر خویش
بهر رنگ سازند تسخیر خویش
بود بحرِ عرفانِ حق بیکراں
حبابیست در موج خیزش جہاں
نماند چو با نیک و بد کارِ تو
بود ترک و تجرید اطوارِ تو
بکُن ورزش جوگ در روز و شب
کہ ظاہر شود جلوۂ نورِ رب
چنیں گفت ارجن کہ اے ازداں
بگو جوگ را تا نماید چناں
بگفتا کہ کارش نباشد بکس
نہ افتد بشہدِ ہوس چوں مگس

رسد آنچہ بر وے کند صبر او
کند بر سگ نفس خود جبر او
ندارد بلذات دنیا خیال
نشیند بہ نزدیک اہل کمال
بود پاس انفاس منظور او
بود نام حق ذکر و مذکور او
نیاید بجز رحم زو ہیچ کار
بود خوئے او خوئے آمرزگار
بظاہر نباشد دلش آشنا
بباطن بود محو ذات خدا
نیابد برو دست قدرت حواس
بود کار او جملہ شکر و سپاس
بود آشنا تا بلذت زباں
نیابد مذاق ریاضت زیاں

ز حرص و ہوا کار گردد خراب
براند طمع آدمی را ز آب[٥]
دل خود ہر آنکس کہ آرد بدست
بکنج توکّل تواند نشست
غذا کم کند خواب بگذارد اُو
دل خود بسوئے کسے دارد اُو
گرفتار جستہاست کورے بچاہ
ازاں غافل از آخرِ کار آہ
بود حال غافل سرشت بجاں
کہ بگسُست از رشتیش ریسماں
دل آگاہ آرام دارد مدام
نداند کہ چوں میرود صبح و شام
تو بیدارئی مردمانِ جہاں
تصوّر بکن ہمچو خواب گراں

٥ آبرو

شناوند اینها بدریائے شور
نہ در پاست طاقت نہ در دست زور
بزودِ ہوا ہر طرف میروند
بجذر و مدِ اُو تلف مے شوند
ہر آنکس کند توبہ از آرزو
بہ پیشِ من آنست مرد نکو
بیاد خدا یک نفس ہم خوش است
کہ یکدم بہ او از دو عالم خوش است
بسان کشف گر کشد دست و پا
کہ آنجا بود دست آں مرد را
چو حق را کنی یاد باطل رود
خیالات بیہودہ از دل رود
تمنّا بوُد مانع ہر کمال
تمنّا بوُد باعث ہر زوال

ے مد و جزر

تمنا کند مرد را سینه ریش
تمنا دل از حق کشد سوئے خویش
شود عقل زائل ز حرص و ہوا
برد از دلِ سینہ صافاں صفا
نشد ہر کہ صاحبدل او غافل است
گرفتارِ آمد شد منزل است
بود ہمچو کشتی دلِ غافلاں
کہ بادِ ہوا ایست او را کشاں
دلِ عارفاں ہمچو دریا بود
کہ صد جوئے در وے فرو میرود
ہر آنکس ز دامِ تمنا پرید
دلِ خویشتن از ہمہ سو کشید
بروں آر حرص و ہوا را ز دل
کہ روزِ جزا تا نگردی خجل

ادھیائے سوم بکرم جوگ

باو گفت ارجن اگر ہمچنیں است
چرا خاطر تو طلبگار کیں است
تقیدّ چرا مے نمائی بہ من
کہ بر لشکر کورواں حملہ زن
میفگن مرا در بلا اے عزیز
خدا را بہ ترس از خدا اے عزیز
نگو از غرض حرف با من مگو
بسا لوس گفتن نباشد نکو
خوش ست از طریقت نمائی مرا
کہ بخشد زغمہا رہائی مرا

بگفتا دو فرقہ است دراین جہاں
یکے اہل دنیا یکے عارفاں
غرض آشنایند اہل دو دل
ندارند کارے بغیر از دغل
دگر را خیالِ کسے دوسرا است
کہ او را کشش از فہم ما برتر است
بگردد زبانش بجز نام او
نباشد بجز یاد او کام او
نکو کار را تا توانی بکن
بہ نیکو روش زندگانی بکن
ز اعمال صورت گرفتہ جہاں
ز اعمال آمد جحیم و جناں
عمل مے رساند بحد کمال
عمل مے رہاند ز بند وبال

چو کامل شوی ترک آن بایدت
فراغت ز ہر کار مے شایدت
عمل کن عمل کن کہ خامی ہنوز
مکن ترک آن تا تمامی ہنوز
نخستیں عمل بعد ازیں ترکِ کار
اگر مے نمائی شوی رستگار
بظاہر مکن ضبطِ حس از ریا
بباطن بکن صرف ہمت بپا
عمل ہر کہ بہر خدا مے کند
بمنزل گہِ قدس جا مے کند
ہر آن کس پئے نفس خود کار کرد
دلِ خویشتن را گرفتار کرد
رسیدن بکام دلے مشکل است
کزیں راہگذر دور آن منزل است

برائے خدا کن ہمہ کارہا
مجو ہیچ پاداش کردارہا
کہ برہماست مخلوق خالق نخست
کہ بنیاد عالم از و شد درست
پے کثرتِ خلق جگ آفرید
وکانہائے کردار بسیار چید
زجگہا بنائے عمل محکم ست
ز اعمال بنیادِ ہر عالم ست
اگر از پئے دیوتا جگ کنند
بمنزل گہِ شان قدم مے زنند
از انہا بہ بینند امداد کار
بگیرند در باغ جنت قرار
بود حصۂ دیوتا در طعام
کہ بے بخشش ایشانست خوردن حرام

پئے نفس خود ہر کہ ناں می پزد
بُرو لعنتِ متصل می سزد
زغلہ بود زندگانی جہاں
شود غلہ از فیض باراں عیاں
بتاثیر جگ ابر و باراں شود
کہ سرسبز زو کشتِ دہقاں شود
کلامِ الٰہی ست بید و پیراں
بود عاملِ جگ خبردار آں
باہلِ تعلق بود جگ ضرور
تغافل دریں است از عقل دور
بمغلوب رشیہا حیات ست مرگ
رود عمر او در پئے ساز و برگ
ہر آنکس کہ شد عاشقِ کردگار
ندارد بہر دو جہاں ہیچ کار

۱ھ وید اور پران ۲ھ بید

بہر جا رود شاد کام ست او
کہ محو کسے صبح شام ست او
ہر آں کس کہ بے آرزو کار کرد
سر و دوش خود را سبکسار کرد
جنک راجہ و نیز امثال شاں
ہمہ بیغرض کردہ کارِ جہاں
بباغِ جناں شادماں رفتہ اند
ازیں خار زارِ جہاں رفتہ اند
بنفع خلائق رضائے خدا ست
رضائے خدا کارِ اہلِ صفا ست
طریق بزرگاں بکن اختیار
بہر رنگ کن حق پرستی شعار
کند ہرچہ سردار مردم کنند
دگر نہ رہ راستی گم کنند

کنوں آرزوے بخاطر نماند
دلم دامن از ہرچہ گوئے فشاند
من از ہرسہ عالم جدا گشتہ ام
تہی گشتہ از خود خدا گشتہ ام
ہمہ کارِ من از برائے خدا ست
رضائے دلِ من رضائے خدا ست
بد و نیک پیشم برابر بود
کہ ہر کار از حُکم داور بود
زحق بیخبر غافل از خویشتن
شناسد کہ ہر کار آمد زمن
گرفتار جہل ست و خبطش خطا ست
بر احوال او جیفہ خوردن رواست
بزشتیٔ اعمال دل را مَنِہ
زکف دامنِ پاکِ نیکی مدہ

تکبر مکن خوشنما بندگیست
کمالِ عزیزاں سر افگندگیست

بداند حقیقت شناسائے راز
کہ ہر کار را مے کند کارساز

ز پرکرِت موجود شد کائنات
کہ قدرت بود نام او در صفات

ازو ہر سہ گُن مے شود آشکار
کہ موقوف آنہا بود جملہ کار

خدائیست باقی جہاں فانی است
زمین و زماں این و آں فانی است

نباشد ترا طاقتِ ہیچ کار
ہمہ کارہا را بمن وا گذار

نباشد چو بر گردنت بار ہیچ
سرِ خود زمیدانِ مرداں مپیچ

بگفتار من گر نمائی عمل
نیابد بکارِ تو ہرگز خلل
کسانیکه دورند زین اعتقاد
نباشند زنہار اہل سداد
اگر تابع طبع خود آدم است
ہمیشه گرفتار دام غم است
ز اعمال ہرگز ندارد گزیر
چه عارف چه جاہل چه برنا چه پیر
نه بر خوئے جس کار کردن گذار
مده از کف خویشتن اختیار
مکن خصمی و دوستی با کسے
وگرنه کشی رنج و محنت بسے
بدین خود ار جان رود خوشنماست
بہ راہِ دگر راه رفتن خطاست

بہ آئینِ خود ہر کہ کارے نمود
بروئیش در رحمتِ حق کشود
چنیں گفت ارجن کہ ہر ذی حیات
بود آرزومند نیکو صفات
چرا کار بد مے کند اختیار
کہ در عاقبت مے شود شرمسار
مکلّف دریں امر باشد کدام
مفصل بگو اے ترا من غلام
بگفتا کہ حرص ست اصل گناہ
غضب مے کند کار عالم تباہ
قوی دشمنِ آدمی ہست آز
کزاں مے شود خوئے او فتنہ ساز
چو آئینہ در زنگ و آتش بدود
چو طفل مشیمہ[1] بود بے نمود

[1] مشیمہ بچہ جو ماں کے رحم کے اندر آنول میں لپٹا ہوا ہو

یقیں داں تو اے یار نیکو صفت
بجلباب بیدانشی معرفت
بود خانۂ آرزو ہا خراب
کہ می افگند در بلائے عذاب
ہوائے ہوس را بروں کن ز دل
ازینہا تو پیوند الفت گسُل
بکن سعی در خون ایں دشمناں
کہ گردد ترا حاصل آرام جاں
تصور کُن از جسم آں سو حواس
وزاں آں طرف تو دل خود شناس
ز دل پیشتر عقل و از عقل جاں
ز جاں ہست آں سو خدائے جہاں
دل خود بہ پرواز از قہر و خشم
کہ آں کام جاں را بہ بینی بچشم

۱ گسل - توڑنا

ادھیائے چہارم بکرم سنیاس جوگ

بروز نخستیں ز جوگ اے پسر
بگفتم بخورشید روشن گہر

بہ ارشاد منو خبردار شد
بہ تعلیم اچھواک درکار شد

درو شد رواجش درون جہاں
کہ مصروف اویند صاحبدلاں

بہ اخلاص تکلیف کردم ترا
دریں جہد باید بہ ہمدم ترا

بگفتا کہ خدمت گذار توام
ولے سخت حیراں ز کارِ توام

منو - راجہ اکشوا

که تو جلوه گر این زمان گشته
فروغِ رخ این جہان گشتہ

چسان وانمت رہبر آفتاب
ز تعلیم تو گشت چون فیضیاب

بگفتا که خامی ہنوز اے عزیز
نۂ واقفِ راہِ عقل و تمیز

ز آمد شد خویش تو آگہم
بجائے خود ایم ہمان در رہم

بقدرت نوائی ہویدا شویم
نمیریم گاہے نہ پیدا شویم

چو بنیاد دین سُست گردد بسے
نمائیم خود را بشکل کسے

که حفظِ ریاضت گزینان کنم
مراعاتِ عُزلت نشینان کنم

بریزیم خون ستم پیشہ گاں
جہاں را نمائیم دار الاماں
ہر آں کس کہ مارا چو ما یافتست
ز آمد شدن روے بر تافتست
من آنم کہ باشد کرم پیشہ ام
نباشد بجز لطف اندیشہ ام
اگر دیگرے را پرستند ہم
بہ بخشم بر آنہا ز روے کرم
مرا چار برن[1] است و چار آشرم[2]
بجز ماں نگہ دو کسے از درم
نہ گُن با عمل وز عمل برنہاست
مرا از ہمہ برن شانے جدا است
من ام فارغ از کار و کردار ہا
اگر چند من کردہ از کارہا

---

[1] برن چار ہیں۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر [2] آشرم چار ہیں۔ برہمچریہ۔ گرہست۔ ویراگ اور بان پرست

مرا ہر کہ داند چنیں رستہ است
ز قیدِ ہوا و ہوس جستہ است
ازیں پیش ہم عاشقانِ نجات
نکردند ترکِ عمل تا حیات
ترا ہم نجات است گر آرزو
نمی باید از کار خود تافت رو
بسا مردمانیکہ گمرہ نہ اند
ز نیک و بد کار آگہ نہ اند
تمیز اندریں کار مشکل بود
تواند اگر صاحب دل بود
بگوشت اگر حرف من جا گرفت
بفردوس جانِ تو ماوا گرفت

اگر مم است و کرم است و دیگر کرم
کنند کرم و ناکردہ داند ز شرم

زنا کردن آں کہ واجب بر دست
ندامت کشیدن طریق نکوست
زناکردنیہا کند احتراز
کہ یابد بصاحبدلاں امتیاز
کسے کو نتیجہ نخواہد ز کار
ہماں ست مقبول پروردگار
جزاے عمل خواستن خوب نیست
بامید دل کاستن خوب نیست
چو من کن عمل تا شوی رستگار
تمنائے حرص و ہوا درگذار
اگر آتش معرفت برفروخت
بیک لحظہ ہر جنس کردار سوخت
دگر کار آں مرد بالا رود
خودش با خدا ئیست ہر جا رود

اگر دل بسیار ست و دستنت بکار
ازیں ہیچ اندیشہ در دل میار
ہر آنکس کہ محو ست در ذات حق
پئے رحمتش ہست او مستحق
وگر دل بکار است بے یاد او
رود ظلم بر تو ز بے داد او
کند ترک لذت کہ نعمت چشد
بخلد بریں رخت راحت کشد
پئے دیو تاجنگ کند آں کسے
کہ دارد تمنائے دولت بسے
بسا مرد ماں آتش افروختند
ز ہر جنس اشیا دراں سوختند
گروہے نشستند در آفتاب
گروہے بماندند در پیچ و تاب

گروہے بہ جگ جوگ دارند کار
کہ گردند باہفت صد دل دو چار
گروہے بروزہ بسر مے برند
گروہے غذائے یکے مے خورند
ہر آنکس کہ غافل ازیں کارہاست
بہ اوقات او جیفہ خوردن رواست
تواں یافت از جوگ عرفان حق
کہ جوگیست فرماندۂ نہ طبق
بصبر آشنا شو تحمل بکن
بہر کار کردن تامل بکن
بپرہیز میسر قناعت بنا
بشہوت بلذت مشو آشنا
باقبال یاراں حسد ہم مبر
بروں کن خیال بدی را زسر

شود هرچه دارد بدان را خدا
که جان از خدا و جهان از خدا
من و آتش و هوم و اشیا را او

برہم است جز برہم دیگر مگو
کسے ضبط چتہا شمردہ ز جگ
بلذت کسے بہرہ بردہ ز جگ
تو ہم جوگ را مے کنی اختیار
شوی نائب لطف پروردگار
بعرفان حق خویش را محو ساز
بسوزش دل خود بہر نحو ساز
چو عارف شوی مے رود فکر غم
بغفلت مکن بر دلِ خود ستم
شود آتشِ شوق چوں تیزتر
بسوزد ہوا و ہوس سربسر

بود ہر کہ عارف خدیو جہانست
بر ایشں بنائے زمین و زمانست
خدانیست عارف و لے از خدا
جدا نیست نزدیک اہل صفا
جہالت کند کار عالم خراب
جہالت کند مستحق عذاب
بخشد یقیں آدمی را کمال
یقیں را ثمر دولت بے زوال
چو کامل شود مرد در علم جوگ
شود فارغ از رنج و اندوہ و سوگ
بزن دشمن خویشتن را بہ تیغ
نباید دریں کار کردن دریغ
بہ تن پنج باد است سائرؔ مدام
نشاں مید ہم من از انہا مقام

ے بادشاہ

سمان[1] ست در ناف در دل پران[2]
اداں[3] در گلو و بمقعد ایان[4]

بیان ست اندر تمام بدن
بایں پنج باشد نظام بدن

فرو رفتن دم بزور ایان ست
بر آوردن آں بہ سعی پران ست

ازیں شغل نبود خبر ہیچکس
مگر کش بود شغل حبس نفس

ز جگہائے دیگر ہمیں یک جگ است
کز و یاد حق ساریٔ[5] ہر رگ ست

کسانیکہ غافل سرشتند شاں
بعید از مقام بہشت اند شاں

اگر بہرہ داری نواز ہوش و عقل
بسر بر شب و روز با اہل فضل

[1] سمان اس ہوا کو کہتے ہیں جو تمام جسم میں ہر جگہ پر خوراک کا جوہر یکساں طور پر پہنچاتے
[2] پران۔ باہر نکلنے والی ہوا [3] اداں۔ مرنے کے وقت جو ہوا گلے سے نکلتی ہے۔

دل از بند ہر چیز برداشتن
دراں راحت خویش برداشتن

بنزدیک من از دو عالم خوش ست
اگر معرفت نیست ایں ہم خوش ست

بجز معرفت یافتن مشکل است
مکانے کہ بالا زہر منزل است

ارادت دہ ہر کسے را مراد
نیابی مرادے بجز اعتقاد

خیالات واہی ز دِل دُور کُن
دلِ خویش را منزلِ نور کن

ادھیائے پنجم پرکرت جوگ

بگفتا زترکِ عمل و زعمل
کدامی بود خوشتر و بے زلل
بخوبی زنم دست خود تا بکار
دلم را ز تشکیک بیروں برآر
بگفتنش کہ کردن نکردن خوش ست
ولے دست در کار بُردن خوش ست
ہر آنکس کہ بے مدعا کار کرد
ز آزادگان ست آں نیک مرد
زترکِ عمل کار ہرکس بود
ز فضلِ خدا یار ہرکس بود

ے ذلت

سزاوار ترکِ عمل آں بود
کہ عالم برش جملہ یکساں بود
بود دوست دشمن برابر برش
نباشد خیالِ دوئی در سرش
بود ہر کہ نادان غفلت شعار
جُدا بشمرد کار از ترکِ کار
بداند یکے ہر کہ دانا بود
کہ فہمید را رُتبہ بالا بود
غرض بیغرض کار کُن ناجی است
کہ از مُزدِ ہر کار مستغنی است
کمالات جوگی شود چوں تمام
بود جوگ و سنیاس رایک مقام
ہر آنکس کہ آں ہر دو را یک بدید
ز آلام و اوہام دل را رہید

بجز جوگ سنیاس مشکل بود
چو فیلے کہ او پائے در گِل بود
رسد زود تر در مقامِ نجات
بہر دو صفت میشود محوِ ذات
نور زد بجُز عشق ذاتِ خدا
نہ بیند تجلیش در ہر کجُا
بزائے عمل بر چُنیں کس کجاست
کہ جان و دلش محوِ ذاتِ خداست
شنیدن بگوش ست دیدن بچشم
بدارد تعلق بدل مہر و خشم
مساس[1] ست از دست رفتن زپا
بود از زباں لذّت ہر غذا
زبینی ست بُو و قیاس از دماغ
دریں جملہ جان ست مثلِ چراغ

[1] مس کرنا یا چھونا

اگرچند محسوس کس نیست جاں
ولے ہست از وے لبالب جہاں
بود جو گیا نرا ہمیشہ فراغ
نسوزند بر کارِ دنیا دماغ
عملہائے شاں بہر عرفاں بود
از ایشاں بود ہر کہ انساں بود
گرفتار خواہش بدام بلاست
گہے بادشاہ ست وگاہے گداست
بود ہر کہ غالب بجسہائے خویش
نگردد دل او ز اندوہِ ریش
بود بود باشش چو نیلوفراں
کہ باشد در آب و نباشد فراں
تو ہم آنچناں کن کہ من میکنم
میان خطر گہ وطن میکنم

تنِ آدمی داں جہانِ صغیر
بود نقشۂ آں جہانِ کبیر
درش نہ بُوَد بشنو اے اہلِ ہوش
دو سُوراخ بینی دو چشم و دو گوش
دہان و مکانہائے بول و براز
بود جاں دروں پرتوِ کارساز
سہ گونہ بود مردم ایں جہاں
یکے آنکہ بندد بہ دشمن میاں
دگر آنکہ جُرأت نیاید ازو
سوم مژدہ خواہ و نکوہیدہ جو
یکے میکند کار و داند ز خویش
مدام است از فہم خود بیشتر
یکے می شناسد خدا میکند
بہ پیشِ من اینہم خطا میکند

ز بیدانشی[۱] آئینه زنگ بست
هم از سنگ غفلت رسیدش شکست
بود صاف آئینهٔ عارفاں
که در وے بود مهر نورش عیاں
برابر پریشاں بود مور و فیل
که یکسانست اینجا عزیز و ذلیل
بشاه و گدا لطف یکساں کنند
مراعات هر دل پریشاں کنند
نخواهند از بهر خود هیچ چیز
که مطلوب ایشاں نشد هیچ چیز
بلذت ندارد دل آشنا
بیا بند ذوق بیادِ خدا
بشکر و شکایت ندارند کار
همیشه بمانند بر یک قرار

[۱] جهالت

ز لذاتِ جسّما نفور اندشاں
خداوند عقل و شعور اندشاں
سرانجام آرام اینجا غم است
جہاں جملگی خانۂ ماتم است
ہر آنکس کہ از حرص وخشم است دور
تواں گفت او را سراپا سرور
بدل میکند سیر محسوس ہا
بداند کہ در اوست ارض وسما
پراگندہ خاطر نگردد چناں
کہ در عقل و ہوشش درآید زیاں
شود حاکمِ مہر و ماہ و فلک
بود غالبِ جن و انس و ملک
رِکھانِ عبادت گزیں گوشہ گیر
نگردند در دامِ دُنیا اسیر

ے رکھی ہنی

بیادِ خدا محو باشند شاں
نخواہند ہرگز ریاضِ جناں
گروہے کہ مغلوب حرص و ہواست
گرفتار در دام گاہِ بلاست
ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمی
ہمان است در پیشِ من آدمی
ہر آنکس کہ مُرد است پیش از ممات
نصیبش شدہ جاودانی حیات
خیالات باطل ز سر وا کند
کنارہ ز لذّاتِ حسّہا کند
میانِ دو ابرو نظر دوختہ
کند حبسِ دم بادلِ سوختہ
پسراں و آباں را برابر کشد
سبوئے مے عشق بر سر کشد

بدست آرد عقل و دل و هم هواس
همانست دانائے یزداں شناس
ز خوف و رجا و ز حرص و ہوا
نماید دل خویشتن را جُدا
هر آنکس که جنگ میکند در جہاں
پس از مرگ یابد ریاضِ جناں
چو عارف شود قدر من داند او
بنامے که داند مرا خواند او

ادھیائے ششم اوتم سنجم

نخواہد اگر کس جزائے عمل
کند صرف ہمت برائے عمل

نہ افکند نگاہش بہ سُو دو زیاں
بود سرب ناشیٔ و جوگی ہماں

تفاوت بجوگ و بسنیاس نیست
کہ در ہر دو جُز پاس انفاس نیست

اگر از درون مہر دُنیا نرفت
عبث از ریاضت دلِ خویش تفت

رسد بے عمل کے بمعراج جوگ
عمل می نہد بر سرش تاج جوگ

لہ سرب فاسی یعنی سربہ ناشی ۔ وہ جوگی جو ترکہ منزل پہ پہنچا ہوا منزل سکون حاصل کر لیتا ہے ۔ ۵۹
حقیقت میں سنیاس کو پا لیتا ہے اور یہی سب سے بڑا درجہ ہے۔

هر آنکس که مغلوب جسہا شود
بهر دو جہاں سخت رُسوا شود

چو کامل شود جوگ اے خوش پسر
نیاید بجُز نُورِ حق در نظر

دلش چوں بآں دلرُبا بستہ شُد
درِ چشم بر ماسِوا[1] بستہ شد

دل است اینکه یارست و دشمن ہماںست
ہماں خضرِ راه است و رہزن ہماںست

اگر دل بدستست و یارت خوشست
وگرنہ ستمگارِ عالم کُشست

بود اہلِ دل فارغ از کیف وکم[2]
زشادی ببالد[3] نکاہد[4] زغم

بود باطنش گنجِ علم و کمال
بداند جہاں را چو خواب و خیال

[1] سوائے خدا کے
[2] کیف وکم۔ کسی بات سے کیفیت یا اندازہ حاصل کرلینا [3] بمعنی راحت [4] بمعنی الم

زر و خاک یکساں بود پیش او
نباشد بجز راستی کیش او

بخویش و تبار و باغیار و یار
ندارد بجز نیکوی ہیچ کار

کنوں گوش کن طور اشغال جوگ
کہ گردی خبردار ز اعمال جوگ

بہموار جا فرش کن ایں سہ چیز
کہ[1] و چرم[2] آہو و کرپاس[3] نیز

حواس از پئے یاد او جمع کن
دل خویش روشن تر از شمع کن

زبان و دل و دست یکجا بکن
بسوئے کسے دست را وا مکن

نگاہے[4] بہ بینی خود کردہ باش
تماشائی حسن در پردہ باش

ا کہ یعنی گھاس۔ ۲ چرم آہو۔ مرگ چھالا ۳ کرپاس ململ یا لوریا
۴ نگاہ ہے۔ یہ ناسا گر دھیان کا قاعدہ ہے۔ مسمریزم اسی سے اخذ کیا گیا

بصد ناز بنگر بجان و تنم
تماشائے من کن ہمیں یک تنم

بہ بسیار خواران و بسیار خواب
بود جوگ کردن بغایت عذاب

بخواب و خورش بایدت اعتدال
وگرنہ قریب است نقص کمال

چراغے کہ محفوظ ماند ز باد
نمیرد ترا حرف من یاد باد

ہمیں طور جوگی بعمر دراز
بماند شود گر بدل چارہ ساز

بود باد انفاس جاں چوں چراغ
نگہدار[1] آں باد را در دماغ

برہمہ چیرج باشد دل آرد بدست
نیاید ازو بر دل کس شکست

---

[1] برہم چیج

ز لذّاتِ حسی اگر رستہ شد
چو برق جہاں از جہاں رستہ شد
ز محنت کشی نیست رنجے بہ او
کہ ایزد عطا کرد گنجے بہ او
چو زنبور کو شہد یکجا کند
چو پُر شد دل خود ازاں بر کند
اگر دست خود را کشد از عمل
نیاید بوضع کمالش خلل
چو دل شُد جُدا از ہوا و ہوس
بداند کہ اللہ باقی و بس
دل بیقرارش چو گیرد قرار
بروں آید از گردش روزگار
بہ بیند بخود جلوۂ عین نور
بود مُدت العمر اُو را سرور

ے یعنی بچارہا

شود لذتِ وصلِ من حاصلش
نیاید خیالِ دگر در دلش
چو خیزد ز آئینۂ دل غبار
ببیند دران پرتوِ روئے یار
دگر فارغ از رنج و درد ست او
فراغت ز کونین کردست او
همه را ببیند چو از روئے دوست
بداند که عالم تجلی اوست
ببیند جهاں را که در من نهان است
درونِ جهان جلوۂ من عیانست
ز گرداب اعمال آید بروں
بخلوت گہ قدس باشد دروں
ببرگ و گل و بار ما را ببیں
بما چشم وا کن خدا را ببیں

بود محو ذاتش محیطِ جہاں
درو جلوہ دارند کون و مکاں
بگفتا کہ گفتی ز روئے کرم
ز اعمال جوگ و ہم از حبسِ دم
ولیکن دلم اے خبردار کار
بیک حال ہرگز نگیرد قرار
چو مغلوب من نیست دل عاجزم
چو فیلے [1] کہ اُفتد بگل عاجزم
پریشانیٔ دل سراسیمہ کرد
مرا سینہ چوں تختۂ قیمہ کرد
بود دل چو بادے کہ ناید بکف
در اندیشہ اوقات من شد تلف
بگفتا کہ دِل ہمچو سیماب ہست
عبث از غم و غصہ بیتاب ہست

[1] وہ ہاتھی جو دلدل میں پھنسا ہوا ہو۔

نہ یکبارگی دل بدست آیدت
کہ خونِ جگر خوردنی بایدت
بوضعے کہ گفتم ز راہ و داد[1]
ہوا و ہوس را بگو خیر باد
بود نفسِ امّارہ خصمِ قوی
بکن جہد مردانہ شد مدعی
بگفتش کہ اے غمگسارِ جہاں
مرا دہ ازاں مردِ کامل نشاں
کہ دل را بفرمانِ خود ساختست
بنائے ہوس را بر انداختست
وگر آنکہ دارد بجوگ اعتقاد
دلے نیست با نفسِ خویشش جہاد
وگر آنکہ بنائے خواہش شکست
براہِ خدا پائے خواہش شکست

[1] بمعنی اخلاص۔

پس از مرگ اینہا کجا مے رسند
چگونہ بقربِ خدا مے رسند
بفرمود کاے در خورِ تربیت
بگویم ترا کاں بکار آیدت
ہر آنکس کہ تسلیم و محوِ رضاست
پس از مرگ جائش بجنت سراست
شود دیوتا جو گئے نا تمام
بعمرے بود خلد او را مقام
چو مدت شود منقضی برہمیں
بفیتد بفرمانِ جاں آفریں
شود پور سلطان باندیکیش
دلش ہست مائل بکردار خویش
بدیں ساں بود تا بیابد کمال
دگر نیست او را کمالِ زوال

بود مردِ عارف بہ از زہد کیش
کہ او ہست مغرور بر زہد خویش
بجوگ آشنا کن دلِ خویشتن
بنہ پائے محکم در اخلاص من
ہر آنکس بمن آشنا مے شود
خداوندِ ہر دوسرا مے شود

ادھیائے ہفتم یگیان جوگ

چو اخلاصمندی نمائم رہبت
کہ باید رسیدن بمنزل گہت
نصیبت بود آں کمالات جوگ
کہ طاری کند بر تو حالات جوگ
ہماں مرد باشد دریں راہگذر
کہ بندد بہ تحصیل عرفاں کمر
بنائے جہاں بہر عارف بود
کہ آگاہیش از معارف بود
بود ذات او باعث کائنات
صفاتش بود ہمچو ایزد[۱] صفات

[۱] ایزد بمعنی خدا تعالےٰ

به پنج چیز شد آفریده جهاں
یکے چار طاق[1] و دگر آسماں
دل و دانش و قدرت کامل است
دگر جاں کہ آں شمع ایں محفل است
جہان است فانی و باقیست جاں
ہماں ست دارائے کون و مکاں
نہان است کونین در جانِ من
چو در تخم باشد شجر جانِ من
ضیائے مہ و مہر و انجم منم
باموّاج دریا تلاطم منم
منم حرف[2] اول ز الفاظ بید[3]
زمن ہست ہر عارفے را امید
منم عقل عارف منم شان شاہ
منم غیرت و جہل و خیلِ سپاہ

[1] چار طاق۔ بمعنی چار عناصر۔ ہوا۔ مٹی۔ آگ۔ پانی [2] حرف اول بمعنی اونکار احد وغیرہ
[3] بید مراد وید مقدس

منم با جلال و منم با جمال
منم محض خیر و منم با کمال
منم چار عنصر منم نُہ فلک
منم حاکم جن و انس و ملک
منم ہر سہ گن[1] ہم منم پنج گن[2]
منم آنکہ اول زدم حرف کُن
بظاہر کہ امثال مردم منم
بباطن باشکال مردم منم
کسے پور باسدیو[3] و کس پور نند
بگویند تو بر رائے اینہا بخند
نہ فرزند کس ہستم و نے پدر
نیم من فرشتہ نیم من بشر
منم آنکہ خود ہم ندانم کیم
چو عارف شنوی مے شناسی چیم

۱؎ سہ گن سے مراد تم گن، رجگن اور ستگن ہیں ۲؎ پنج گن سے مراد ہوا، مٹی، آگ، پانی اور خلا (آکاش) ۳؎ پور بمعنی فرزند، یعنی کوئی واسدیو کا بیٹا کہتا ہے اور کوئی نند کا بیٹا۔

کسانیکہ بیدانش و غافل اند
ز دریا چہ دانند بر ساحل اند
بود چار کس در جہاں نیکنام
نخستیں کسے کو بصدق تمام
کشد محنت و روزی آرد بدست
نخواہد دلِ ہیچکس را شکست
دگر آنکہ دنیا نخواہد چناں
کہ عاید نگردد بہ شخصے زیاں
سوم آنکہ مشتاقِ عرفاں بود
چہارم کسے کو خداداں[1] بود
بعشقم در آیند مردم بسے
بدیدار من مے رسد کم کسے
بہ بیند رُخِ خود ہم ایں آئنہ
فتد پر توم در چنیں آئنہ

[1] خداداں - خدا کے بھید کو سمجھنے والا

که روشن گرِ او بود نورِ حق
بآں انجلاۓ که منظور حق

بود جلوهٔ ذات در کائنات
ازانست نیرنگہاۓ صفات

کسے کو شناساۓ آں جلوه است
دلش در تماشاۓ آں جلوه است

بغفلت سرشتی پرستندِ[له] نیست
بہ بیش عمرو جمله هستند نیست

پرستش بجُز حق سزاوار نیست
شود خوں دلے کو بادُ یار نیست

بمن چار یار اند لیکن یکے
بمن یار جانی بود بیشکے

چه مے آید او خدمت دیوتا
بزن دست در دامنِ کبریا

له جو لوگ نیست کی پوجا کرنیوالے یعنی ماسوی الله کی پوجا کرنیوالے ہیں خود بھی نیست ہیں اور انکے معبود بھی نیست ہیں۔

اگر گشت آگاہ از نہ فلک
وگر گشت حاکم بہ جن و ملک

چہ حاصل کہ غافل ازاں دلرباست
کہ او جلوہ پرداز در ہر کجاست

ہر آنکس کہ زنجیرے ایں دانست
گرفتار آمد شد[1] ایں جہانست

زخس تا بدریا زکہہ تا بہ کوہ
زپق[2] تا بہ عنقائے والا شکوہ

زسطح زمیں تا ببامِ فلک
چہ وحش و چہ طیر و چہ جن و ملک

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند
بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند

بدامِ بلا می کشند حرص و آز
کند خشم و شہوت درِ رنج باز

[1] گرفتار آمد شد ایں جہاں آواگون کے چکر میں پڑ گیا [2] پر پشہ سے بڑی شان والے عقاب تک

گرفتار طبع است ہر آدمی
یکے شادمان است دیگر غمی
بہر یکیہ[1] دارد بہر دیوتا
دلش میشود مائل ایجانِ ما
خدا میفزائد ورا اعتقاد
ازاں در پرستش نماید جہاد
کند حق ظہورے چو در باطنش
تمنائے دل میشود حاصلش
ہر آنکس کہ دارد دلِ خویش صاف
بگردد بمکر و حیل پوچ باف[2]
بود احتراز ش ز فسق و فجور
نیاید گناہے ازو در ظہور
شود عمر او صرف اخلاص من
دل او بود خلوتِ خاص من

[1] بہر یکیہ دارد۔ جو اعتقاد رکھے۔ [2] پوچ باف۔ پاگل ہونا۔

بلیسے اختلافِ عقاید بسے
خدائے قدیم شناسد کسے
کسے موجبِ خلق کس دیوتا
کسے صاحبِ حکم روزِ جزا
چو خود داند او جان جاندار را
نخواہد زخارد خس آزار ہا
دلِ خود کند جمع بیند مرا
دریں بزم چوں شمع بیند مرا
حقیقت بجز عقل معلوم نیست
ندارد اگر عقل حیف است زیست
کند ہر کہ یادم دم واپسیں
رود بیگماں در بہشت بریں
جہاں پردۂ ہست بر روے جاں
نبردارد او را بجز عارفاں

بہر رنگ بیند مرا ہر کسے
بہر سنگ بیند مرا ہر کسے
نزائم[1] نہ میرم گہے در جہاں
میانِ جہان ام چو در جسم جاں
ز ماضی و مستقبل و حال نیز
خبر دارم اے یارِ صاحب تمیز
گرفتار دامِ حواس است خلق
ز امید زیں رہ بیاسست[2] خلق
زاد ہیائے تم من نمودم خبر
شب و روز داری مرا در نظر

---

[1] نزائم نہ میرم - نہ جیتا ہوں اور نہ ہی مرتا ہوں [2] بیاسست بمعنی نا امید

اُدھیائے ہشتم سدہ جوگ

بگفت کہ اے رہبر گمرہاں
ز اُدھیائے خویش کردی بیاں
ز ادھ بھوت و از آدھ جگ ہم خبر
بمن دہ ز لطفے کہ داری نظر
دمے واپسینت[1] بداند چساں
چساں بیندت جان جاں جہاں
ز اشغال عرفاں ایزد تعال
ز احوال رکھ ہائے[2] فرخندہ حال

[1] دمے واپسینت۔ بمعنی آخری سانس [2] رکھ ہائے بمعنی رکھی منی

ز کیفیت موجب کائنات
ز نیرنگئے جلوہ ہائے صفات

بفرمود قالب جہاں را شناس
دراں جلوہ پردازِ جاں را شناس

کہ باقیست ہرگز نگردد فنا
بود جلوہ اش جلوۂ کبریا

اچھر[1] نام باقی و فانی ست چھر[2]
ہماں است ادہ بہوت[3] اے خوش سیر

بود پر توِ ذاتِ جاں بیگماں
کہ او بود اول ز ہر دو جہاں

منم آدہ جگ[4] شاہدِ ہر سہ حال
منم واقفِ راز جال و مآل

بمن میرسد طاعت خیر خلق
منم یار خلق و منم غیر خلق

[1] اچھر سے مراد اجر [2] چھر سے مراد جر [3] ادھ بھوت

بود خوئے آں ایزدِ کردگار
مسمّٰی بہ ادھیاتم اے کامگار
کنند ہر چہ در وقتِ مُردن خیال
ہماں رنگ گیرد خیالش مثال
بجان و دل و عقل و ہوش و حواس
شود محوِ حق مرد ایزد شناس
بگفتارِ من گر نمائی عمل
بر آید دل تو زہر بندِ خلل
بمن محو کُن خویش را آنچناں
کہ از ہستی تو نماند نشاں
فنا ہر کہ گردید پیشش از فنا
دگر ہست او را ہمیشہ بقا
نہ محتاج ماند بارشادِ کس
شود پیر ہر کس باین نکتہ رس

ادھیائے تم

چو پرسی ز احوالِ جانِ جہاں
کہ پیداست ہر جا و باشد نہاں
قریب ست دانند دوراست او
بفانوس تن شمع نورست او
نہ بیند رُخ عالم آرائے او
بجز عارف غرق دریائے او
کند حبس دم در گہِ ارتحال
نیارد بجز روے من در خیال
برآید روان[۱] را ز راہِ دماغ
کہ تا مہر تاباں شود ایں چراغ
ہر آنکس کہ باشد بیادش مدام
بہ بیداری و خواب در ذکر نام
بہ تنہا نیابد بیابد نجات
بتاثیر ذکرش بود محو ذات

۱ یعنی جان

خدا بارہا کردہ بنیادِ خلق
کہ او ہست مختارِ ایجادِ خلق
برہما کہ می آفریند جہاں
رہا نیست ز آمد شدن[1] بیگماں
مگر واصل حق نیاید بہ تن
کہ او میشود محو در ذاتِ من
کسانیکہ از شہوت و حرص و آز
بدارند خود را بہر نحو باز
عداوت ندارند با ہیچ کس
نباشد بہ شہد لذت مگس
اقامتگہِ شاں بود لامکاں
کہ جز کبریا نیست ہیچ اندراں
بسے می شمارند لیل و نہار
و لیکن ازینہا چہ آید بکار

[1] یعنی آواگون

نمایند از روز برہما شمار
کہ آں چار جگ[1] ہست اندر ہزار
بمقدار[2] روزست ہر یک شبش
زبیم اجل ہست تاب وتپش
بسے بیشمارند از کوہ و دشت
بسے میگذارند ساعت بہ طشت
بسے می نگارند تقویم را
ندانند شان قدر تسلیم را
چو صبح برہما مسا[3] مے شود
بگویند عالم فنا مے شود
بیار آید و خلق در خود کشد
بروں آردش چونکہ روزش رسد
ندانند برہما کہ یک بندہ است
بدرگاہ ایزد سر افگندہ است

[1] چار جگ سے مراد ۱۔ ست جگ ۲۔ ترتیا جگ ۳۔ دواپر جگ ۴۔ کل جگ
[2] برہما کا ایک دن ایک چوکڑی چاروں جگ کے برابر ہے۔ [3] یعنی شام

بغیر از خدا نیست باقی کسے
بقہرش بسوزد جہاں چوں خسے
علیم و کریم و رحیم است او
جہاں حادث است و قدیم است او
شناسندہ اش را نباشد زوال
دگر ہر کہ باشد بہ بیند وبال
جہاز یست عارف بدریائے عشق
بجز او کسے نیست دانائے عشق
بذات آشنایاں بمنزل گہ اند
صفات آشنایاں ہمہ در رہ اند
خدا را شناسد چو خود را شناخت
بہر دو جہاں کار خود را بساخت
ز احوالِ عالم خبر می کنم
ترا آگہ اے خوش سیر می کنم

لہ من عرف نفسہٖ فقد عرف ربہٗ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

کند مہر شمس ماہ سیر شمال
دریں سمت اوراست عزّو جلال
ہماں روز روحانیاں می شود
کہ با میمنت ہمسفراں می شود

اشراق

چو آید بسوئے جنوب آفتاب
بیفتد شب و می نماید خواب
اگر مُرد در روز روحانیاں
نیاید دگر بار اندر جہاں

دکشائن

بشب ہر کہ میر و رود تا بماہ
بگردد[1] از آنجا بحکم الٰہ
اگر ہست جوگی شود عین نور
نصیبش بود جاودانی سرور
بہر حال با جوگ شو آشنا
کزاں میشوی محو ذات خدا

[1] دور میں پڑ جائے یعنی تناسخ کے چکر میں پڑ جائے

مسلسل بود دورهٔ کائنات
تماشاست از بهر اہل نجات

اودھیائے نہم راج جوگ

چو میدانمت مخلص نیک خو
سخنہائے اسرار گویم بتو
اگر گوش داری چہ بشنوی
خدا میشوی و خدا میشوی
کہ ایں دانش آں سوئے ہر دانش ست
بمغزِ سخن رس اگر دانش است
وگر شادماں زندگانی بکن
چو من عشرتِ جاودانی بکن
ہر آں کس کہ ایں اعتقادش بود
ہمیشہ رُخِ من بیادش بود

کسانیکہ بے معرفت رفتہ اند
بسوزِ جدائی جگر تفتہ اند
گرفتار زندان آمد[1] شد اند
نہ بیدانشی خصم جان خود اند
بہاں اے دلِ دشمناں از تو خون
بہاں پیش تو ہمچو صیدِ زبوں
کہ من صورت آفرینندہ ام
بمعنے خدائم اگر بندہ ام
ز اعمال و افعال وارستہ ام
دل خود بجاں آفریں بستہ ام
تفاوت میانِ من و حق نماند
ازیں راہ دو عالم خدایم بخواند
جہاں در من و من میان جہاں
بود رتبہ من فزوں از بیاں

[1] آواگون

چو در گنبدِ چرخ نیلی هواست
چنان در من این کائنات خداست
منزه ز اعمال دانی مرا
خداوند هر بنده خوانی مرا
بود این و آں بستهٔ قدرتم
طلسم جہاں بستهٔ قدرتم
منم هرچه هستم خدا از من است
فنا از من و هم بقا از من است
چو روزِ برهما شود منقضی
فنا را جہاں مے شود منقضی
صباح[1] شبش خلق عالم کنم
مہیا جہاں را بیکدم کنم
برین صفحه بنگر چها میکشم
بشکلِ عمل نقشها میکشم

[1] بمعنی سحر

بود قدرت از من ز قدرت همه
منم صانع پاک صنعت همه

مرا غافلاں ہمچو خود دیدہ اند
چہا در حقِ من تراشیدہ اند

ہمہ گمرہانند و بر باطل اند
زنہ داریٔ کار من غافل اند

بوضع شیاطین ہمہ خوگر اند
بہ بد کردنِ ایں ہمہ خوگر اند

کسانیکہ خوے ملک یافتند
مرا آں سوئے نُہ فلک یافتند

مرا مے پرستند ہر صبح و شام
بیاد من ہستند ہر صبح و شام

یکے ہم بدانند و ہشیار ہم
جہاں ہم شناسندہ دادار ہم

لہ کوئی مجھ کو ایک کہتا ہے اور کوئی سارا جہان مجسم یعنی وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

بتا زد و تنگ کس نیابد مرا
بجز گیان جگ کس نیابد مرا
بهر جا که جوید کسے حاضرم
ز احوال جوینده ناظرم
منم جگ منم آتش و آب و خاک
منم آن ہوا کو ست از حرص پاک
منم یار پیر و برادر منم
پدر ہستم و نیز مادر منم
ثمر بخش اعمال مردم منم
جزا بخش افعال مردم منم
حیات و ممات خلائق منم
خبردار علم حقائق منم
منم خشکی سال و باران و ابر
منم شاکر و صابر و شکر و صبر

منم حرفِ اول[1] کہ من گفتہ ام
بصد رنگ دیگر سخن گفتہ ام
فراہم کُنِ عمرِ پراگندہ ام
پناہے غریبانِ درماندہ ام
زمیں ہم منم آسماں ہم منم
مکیں ہم مراداں مکاں ہم منم
منم رازقِ خلق و غمخوارِ خلق
بروزِ بدم من نگہدارِ خلق
مرا ظرف[2] و مظروف ہر دو بداں
مرا صرف و مصروف ہر دو بداں
منم مہر و من ماہ و من اخترم
منم آنکہ از جملہ بالا ترم
منم قعرِ دریا و ساحل منم
منم آبِ حیواں ہلاہل منم

[1] حرف اول سے مراد اوم ہے
[2] خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ۔ خود بر سرِ آں کوزہ خریدار بر آمد

دریں کارگہ[1] ہرچہ ہستم منم
گواہِ بد و نیک عالم منم
اگر بے غرض بندگی مے کند
بُخرم دلی زندگی مے کند
بود بندۂ خاص مقبول او
بخلوت گہِ قدس موصول او
مرا گر پرستند و گر غیر را
پرستیدنِ اُو بود خوشنما
کہ او در حقیقت پرستید حق
بہ بخشائش او بود مستحق
اگر غیریت مے برارد ز دل
بعرفان حق مے شود منفعل
ہر آں کس کہ دل خود بمن بستہ است
ز دام ہوا و ہوس جستہ است

ا۔ یعنی جہاں

نتائج زهد جگ و طاعت منم
خداوند اہل حقیقت منم
بمن ہر کہ دل داد صاحب دلست
چو شمع فروزاں دریں محفل است
بکن جگ و خیرات از بہر من
کہ باشد مقام تو در شہر من
اگر با شیاطیں محبت گرفت
طریق غم و رنج و محنت گرفت
بجائے نخواہد رسیدن کسے
بجز گمرہی نیست او را رہے
برآ از خودی و خدا را شناس
بہر صورتے معنئ ما شناس
منہ پائے خود در رہِ باطلے
مکش محنت و رنج بے حاصلے

مرا ہست منظور عشق اے پسر
ہمین است منظور اہل نظر
اگر عشق من مے کنی اختیار
نصیبت شود دولت پائدار[1]
بظاہر چہ اخلاص داری بمن
بباطن کن اے یار یاری بمن
کہ زنگِ دورنگی زداید ز دل
خیال دوئی را رباید ز دل
بہ آتش فروزی و طاعات ہم
بزہد تمام و بخیرات ہم
باخلاص برگ و گل و قطرہ آب
اگر مید ہی مے شوی کامیاب
نیم بستۂ زہد طاعات کس
مرا ہست اخلاص منظور و بس

[1] دولت پائدار سے مراد نجات ہے علتِ عاشق ز علتہا جدا است عشق اصطرلاب اسرار خدا است

اگر فاجرےؔ ہم کند یاد من
نگردد گرفتار زندان من
پرستند با اخلاص نگرکس مرا
باو مہربانی بود بس مرا
اگر یادم آرند اہل گناہ
نخواہم کہ باشند نامہ سیاہ
ز احوال اخلاص مندان خویش
کہ از عشق من سینہ دارند ریش
چگویم کہ از ہر دو عالم بہ اند
بچرخ حقیقت چو مہر و مہ اند
مثال در کھان عبادت گزیں
کہ با من دل شانست الفت گزیں
خداوند ہر دو جہاں گشتہ اند
ز قرب خدا شادماں گشتہ اند

لہ گناہگار ۲ے منی اور رکھی

زپندار توبه بکن اے پسر
بعجز و تضرع بمن کن نظر
بجنگ و بطاعت مرا یاد کن
به عشقم دل خویش را شاد کن
بیادِ من ار بیس[1] و سوودر بود
برابر بصد پاک گوہر بود
زعشاق بسیار شرمندہ ام
بکن عشق من عشق را بندہ ام
ز احوال اخلاص کیشان من
چه پرسی که ہستند شان جان من
بدیو[2] و پیته ہر که الفت گزید
پس از مرگ در پیش ایشان رسید
طلبگار من واصل من شود
اگر چہتری یا برہمن بود

[1] بیس و سودر سے مراد ویش اور شودر ہیں۔ [2] دیو اور پتہ سے مراد گورو اور باپ ہے

خودی را تو بگذار بے خود بشو
ازیں پس براہ ضلالت مرو
بمن گر شوی محو واصل شوی
ز نقصاں برآئی و کامل شوی
نہ یارے کسے ہستم و نے عدو
بہر یک مرا ہست یک رنگ خو
طلبگار یاران مخلص منم
خریدار یاران مخلص منم
اگر خدمت من بدل مے کنی
کف خاک بر فرق غم مے زنی
باخلاص ہر کس پرستد مرا
بود بیگمانش بفردوس جا
بخدمت[۱] گری مے شوی کاملاں
باخلاص گردی شہ دو جہاں

[۱] ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ادھیائے وہم بھوت جوگ

سخن بہر نفع تو سر میکنم
ز راز نہانی خبر میکنم
کہ روحانیاں را خبر ہیچ نیست
منم جملہ اینجا دگر ہیچ نیست
بدانند ایشاں ز آغاز من
ز ہر پردہ مے آید آواز من
منم آنکہ اول ظہور من است
جہاں روشن از شمع نور من است
چہ دانند ایشاں کہ من کیستم
بصد جلوۂ نور حق چیستم

مرا اوّل و آخر آں کس کہ دید
بجائے کہ نتواں رسیدن رسید
رہا گشت از بند سخت گناہ
فتادش بخلوت گہ قدس راہ
دل و عقل و آرام و صبر و قرار
زبوں کردنِ نفس بیہودہ کار
بقاؤ فنا و تمنائے دل
شکیبائی و شکر و ایذائے دل
غم و شادی و راستی سخن
نکوئی و زشتی و رنج و محن
نکو نام و بدنام دوراں شدن
بہر رنگ چوں آب یکساں شدن
غرض ہرچہ باشد زما آمدہ
زنیرنگی ما جہاں آمدہ

زدل آفریدم مناں و رگھاں
کزیشاں ست آبادئ اینجہاں
مرا ہر کہ دانست بنائے[1] آں
ہمیشہ بود در دلم جائے آں
فزائیندۂ قدر ایشاں منم
جہاں جملگی قالب و جاں منم
وجود و عدم ہم حدوث و قدم
چہ عرش و چہ فرش و چہ لوح و قلم
زمن شد پدیدار و عارف شناخت[2]
بسے را بفہمید من ہوش باخت
یقیں داں کہ من آفرینندہ ام
بہ نیک و بد خلق بینندہ ام
مرا اہل دانش چنیں دیدہ اند
بعینہ بعین الیقیں دیدہ اند

[1] جوان تمام کائنات کا خالق مجھے جانے اس کا مکان میرا دل ہے

شب و روز هستند در یاد من
درِ دیده بستند در یاد من
به تعلیم و ارشاد من شاغل اند
همه تن رواں و سراپا دل اند
بصبر و قناعت بسر مے برند
تمنا براه دگر مے برند
کسے را که من دوست میدارمش
بچشمِ جہاں آنچناں آرمش
که باشد بعالم پناه همه
بخاکِ درِ او جباهِ همه
بگفتا ترا مے سزد عز و شاں
تو هستی خدا وند هر دو جہاں
چه نیکو چه بد هر چه هستی توئی
خدا وند بالا و پستی توئی

اصجاه بمعنی ساجد

توئی جسم عالم توئی جان خلق
توئی کفر و مستی و ایمان خلق
شناسندۂ خود توئی بیگماں
چہ فہمد ترا چوں منِ ناتواں
بہر جا بود جلوۂ شان تو
جہان ست قربان ہر آن تو
خدا را بمن ایں قدر راہنما
کجا جو مُت چوں شناسم ترا
بفرمود بر حرف من گوش کن
خیالات دیگر فراموش کن
ادت[1] را منم پور بانام بشن[2]
منم پور بدیو[3] گویند کشن
مرا در کواکب مہ آمد علم
بریکم من از چہل و نہ مرت[4] ہم

[1] روشنی [2] پورب سے نکلنے والا بڑا ستارہ [3] راسدیو
[4] مرت سے مراد مروت ہیں جو کہ تعداد میں ۹۴ ہیں اور یہ پنج ان سے شاندار ہے۔

منم اول و آخر و درمیان
جہانست قالب منم جان آن
مرا شیام نام است در بیدہا
پروہا نیا نم ستشر دیوتا
بحس ہا دلم جان درون تنم
میان ہمہ رودر شنکر منم
سمیرم[1] میان جبل بشری
بخیل پروہت[2] منم مشتری
بہ پچہاں ورچہاں کو بیرم شمار
برہسپت بسوہا منم نامدار
گمارم بہ لشکر کشان جہاں
محیط عظیمم ندارم کراں
برکہا منم بہرگ نیگوشیم
منم اسم ذاتی بعالم علم

۱؎ بڑا پہاڑ ۲؎ پروہت

بجگہا تو چپ جگ مرا بر شمار
ہمالہ منم در دگر کوہسار
باشجار پیپل بدانی مرا
بہ رکہا تو ناردؔ بخوانی مرا
پسندِ حالاں کپل منؔ بگندھربؔ ہا
منم چیتر رتھ مطرب دیوتا
مرا بجرؔ نام است اندر سلاح
منم کام دھینی کہ بخشد فلاح
بماراں منم باسکؔ نامدار
منم شیش ناگِ سراپا وقار
بعالم منم کبریا و منی
منم آنکہ باشد دل من غنی
بہ دیناں تو پہلادؔ دانی مرا
تو در قاتلاں کالؔ خوانی مرا

۱ے نارد منی ۲ے سادھوں میں کپل منی ہوں ۳ے مہادیو کے چکر کا نام ہے ۴ے باسک یعنی باسکی سانپوں کا راجہ ۵ے ایک خاص سُر کا نام ہے۔ ۶ے گندھرب۔ طبلے کی آواز کو کہتے ہیں۔

بپچالش مرا باد صد صد شمار
به بیند اندرم شام و البرشمار
نہنگم بود نام در ما ہیان
بود گنگ در چشمہ ہائے روان
بغیروز مندان منم راچند
کہ نامش بہر دو جہان شد بلند
در آغاز و انجام اوسط منم
منم صاحب فضل و جود و کرم
منم علم بیدانت بحث کمال
منم صاحب شان و عز و جلال
بنوع بشر شاہ شاہان منم
خداوندا بخشم سپاہان منم
منم کام کا یجاد عالم از وست
منم بے ازن ماوا سے من آبجوست

بہ پیتراں بود نام من ارجماں
بفرماں روایاں مرا جم[1] بخواں
بدرندگاں شیر شرزہ منم
گرڈڑ در طیوراں صید افگنم
مرا نام ڈنڈا است اندر سماس
کہ وانند خویش عبادت شناس
منم آں زماں کو بودے زوال
منم مرگ کانرا بگویند کال
الف بہ شماری میان حروف
منم آفتابے بری از کسوف[2]
زمانہا وہم ہر چہ خواہد شدن
منم نابود ایں زمان و زمین
منم کیسرت و سمسرت وچھمی
چھاں بدہ وہم دھیسرج و سرستی

[1] جم سے مراد جمشید ہے [2] گرہن

بچندم شناسئی تو گاتیری
بر ہپلیت اسام درسامہا بنگری
دھفتر میان حکیماں منم
مصاحب میانِ ندیماں منم
بشش فصل پیدا است نامم بسنت
منم یار غم خوار ہر سادہ و سنت
منم باگسر درمیانِ شہور
قتارم بخوانی ببازی و زور
منم فتح و تدبیر و عزم درست
کمالِ کمالم ندروز نخست
بدانشوراں نام من شد بیاس
تو ارجن درین پانڈوانم شناس
منم خامشی کوست مُہر دہن
منم حسن تقریر اہلِ سخن

با اہل سخن کب[1] بخوانی مرا
بفرماندہاں عدل دانی مرا
منم معرفت بہر فرزانگاں
منم شورِ سودائے دیوانگاں
یقیں داں منم اصل خلق جہاں
منم جانِ نگہبانِ کون و مکاں
غرض ہر چہ ہستم منم اے عزیز
بفہمی گرت ہست عقل و تمیز
فزوں از بیانست حالاتِ من
بعرفاں شناسی کمالاتِ من
گمان و قیاس و خیالم بداں
جمال و جلال و کمالم بداں
بود جلوہ یک ذرہ من آفتاب
بہ بینی رود چوں ز چشم تو آب

[1] کب بمعنی شاعر

ادھیائے یازدہم روپ درس

بگفتا کہ اے سرورِ سرفراز
توئی چارہ پرواز اہل نیاز
کسے بیکسان و جہاں پروری
ز وہم و قیاس و گماں پروری
نمودی ز رازِ حقیقت سخن
کشودی درِ معرفت را بمن
بگفتی کہ ہستم محیط جہاں
ولم خواہد اے قبلۂ داستاں
کہ آں صورت خود کہ عالم در وست
بعابد سرشتاں نمائے اوست

نمائی اگر جان تازہ دہی
برخسار اُمید غازہ دہی
سرفراز داریں سازی مرا
خبردار کونین سازی مرا
بگفتا کہ خوب ست اے کامجو
برآرم بوضع خوشش ایں آرزو
ولیکن بایں وضع دیدار نیست
کہ ایں چشم تاب رُخِ یار نیست
بچشمت دہم انجلاے[1] دگر
کہ جز من نیفتد بجاے دگر
پس آنگہ دہاں راچوگل باز کرد
جہانِ درو جلوہ پرداز کرد
زحصر آں طرف دیدا اشکال را
بقدر رنگ آں مہر تمثال را

[1] روشنی

زہر صورتش صد برابر بہ مہر
بنازو اداؤ بخوبی و چہر
ہزاراں مہ و مہر تابندہ یافت
فلک با درازی درخشندہ یافت
موالید دید و عناصر بدید
پدید آنچہ ناید بگفت وشنید
چہ گویم ددو دید ازیں جہا
زتحت الثریٰ تا بفوق السما
مزیچ و مہادیو اشنی کمار
سرلش و وہش و گنیش و کمار
سموم و نسیم و صبا و دبور
گلستان فردوس و حور و قصور
سیاہ ابر باراں درخشندہ برق
نظر کرد زنیساںؔ زپا تا بفرق

لہ زنیساں ۔ اس طرح

طبق ہائے پاتال بر یار دید
عجائب ازیں نوع بسیار دید
بلرزید و ترسید از ہیبتش
بحیرت فرو ماند از صورتش
سر خود بمالید بر خاک پاء
دگر گفت کاے شاہ ارض و سما
بلطفِ تو دیدم جہان در جہاں
بمن گشت اسرار مخفی عیاں
ولیکن دلم بُرد از دست من
یکے صورتِ غیرتِ صد چمن
کہ افسر[۱] بسر نے[۲] بلب در خرام
بہ زلف مسلسل بیفگندہ دام
بتِ دلفریبی بناز و ادا
سہی قامتے[۳] ہر نگاہش بلا

۱ تاج اپنے سر پر ۲ بنسری ۳ سہی قامتے - سرو قد

بنور رخش ذره آفتاب
ربود از کفنم طاقت صبر و تاب
بآن صورت خوب جانم فداست
نه من بلکه قربانش ارض و سماست
بهر جلوهٔ تو کجا انتهاست
کجا تاب دیدن باین بے نواست
به تسبیح تو جن و انس و ملک
به تسبیح تو مهر و ماه و فلک
به تسبیح تو بلبل و گل بباغ
به تسبیح تو کوه و دریا و راغ[۱]
بعشقت مهادیو شد زنده پوش
بعشق تو عاشق بود در خروش
هزاران دهن دست و پا پیکران
درون تو دیدم جهان در جهان

[۱] راغ بمعنی وادی

سزو چچه و گنند هرب و هم رچچه و مار
دگر بند یو بیز اشنی گمار

مروت رستۀ ماده ور کہاں جہاں
بہمہ محو در جلوۀ بیکراں

نظر کرده ترسیده ام آنقدر
که پرواز کرد است هوشم زِ سَر

به بهیکم دروَن و کرن بکرن
دگر پورِ عم دشمنِ جان من

باخوان خود با سپاہِ گراں
ہمه کشته و مرده اندر وہاں

هم از لشکر ما درشتد و من
دگر راجه بیراٹھ لشکر شکن

درودپد شکهنڈی سران دگر
بریده سران دریده جگر

دگر بحر خونہا روان دیده ام
بموجش بسے سرکشان دیده ام
زہستیِ خود جملہ بیگانہ اند
بیک شمع روے تو پروانہ اند
بخود جملہ عالم نمودے مرا
ولیکن نشد دیدہِ ہم وا
بگو کیستی با ہمہ عز و شان
کہ ہرگز نیائی بوہم و گمان
بگفتا ز رُخ دور کردم نقاب
ولیکن نرفت از دل تو حجاب
تو خود مرگ خویشان نظر کردہ
بر احوال ایشان نظر کردہ
کسے گشتہ و کس خدا گیر بود
نمودم ترا آنچہ تقدیر بود

چو در خود فرو رفتهٔ اینقدر
جگر کن بمیدانِ مرداں گذر
ہمہ کوروان بخت برگشتہ اند
بہ تیرِ اجل جملہ سرگشتہ اند
بہانہ مَنہ پیش مردانہ باش
میندیش از خویش مردانہ باش
نکو نامیٔ تو بجنگیدن است
کہ متروک مرداں ہراسیدن است
غرض آمد ارجن ز افکار باز
بفرمان آں مظہر کار ساز
زباں را بوصف و ثنائش کشود
بپایش سرِ خویشتن را بسود
وگر عذر تقصیر خود را بخواست
کمر بستہ از بہر پیکار خواست

بگفتا کرا ہست تاب و مجال
کہ آرد خلافِ تو اندر خیال
بفرمان تو بندۂ ہر جہاں
بفرمانِ تو ہست کون و مکاں
پرستار تو جملہ ہر صبح و شام
توئی قابلِ سجدہ ہر خاص و عام
پناہِ غریباں کس بیکساں
بکن رحم بر حال ایں ناتواں
ز خوفِ تو دیواں[1] گریزاں شدند
ہراساں بہ تحت الثریٰ[2] میشوند
نباشد چرا قدر و شانت چنیں
میانِ تو دیدم زمان و زمیں
ز آغاز و انجام برتر توئی
ز اوہام و افہام برتر توئی

[1] راکھش [2] پاتال

برہما توئی و توئی مہر و ماہ
توئی برآن و جم ہم توئی خضر راہ
توئی علم و عالم توئی نار و باد
توئی مظہر پاک رب العباد
یمین و یسار و بتحت[1] و بفوق
بہ بینم ترا من بچشمان شوق
بود فوت تو بروں از قیاس
بود قدرت تو فزوں از قیاس
شناسائی تو کجا مے شود
ہمہ خلق در تو فنا مے شود
گماں بر دست من ز خویش و تبار
ندانستمت قدر معذور دار
بگذر بگذر بشور و غو[2] غیو
بگفتم کہ اے گشن واے باسدیو

[1] زمین و آسماں [2] شور و غوغا

به مجلس به خلوت بوقت طعام
ز شوخی ز طیبت نمودم کلام
ببخشا که بخشندهٔ اے کریم
بمن رحم کن ہست نامت رحیم
پدر داشت دائیم چوں پسر
ز تقصیر من اے پدر در گذر
کلانِ کلانی چو تو نیست کس
بزرگِ جہانی چو تو نیست کس
بسایم سرِ خود بخاک نیاز
بیفتم بپائے تو اے سرفراز
مترساں که مو بر تنم خاسته
ز خوفت دل و جان من کاسته
نمائی تو آں صورت جانفزا
بشکل چیتر بجھ به چکر دگدا

بفرمود شکلے کہ چشمے تو دید
نہ چشمے بدید و نہ گوشے شنید
بامید دیدار خلقے بمرد
کسے جام دیدار مارا نخورد
بسے خاک گشتند در عشق من
بسے جاں نمودند بیروں ز تن
بسے جنگ کردند طاعت بسے
بسے رنج بردند و محنت بسے
نصیب تو شد دولتِ بیکراں
کہ آگاہ گشتی ز رازِ نہاں
دگر شد بحالش چناں مہرباں
کہ بنمود آں صورتِ دلستاں
بجلوہ چو خورشید در حسن ماہ
سراپا تجلّی زِ نورِ الہ

گدا و پدم چکر و سنکھ ہم
بدستان او وید زیر قدم
پتامبر بر زنگہا در کمر
زپرہائے طاؤس تاجش بسر
گہرہا چو انجم بگوشش عیاں
چو مہ بر جبیں قشقۂ دلستاں
دگر کوستبھ من چو مہر منیر
گلو زیب آں دلبر بے نظیر
شد از دیدنش شاہ ارجن چناں
کہ گوئی دگر بارگی یافت جاں
دگر جلوہ گر شد بحالِ کہ بود
بمدح و ثنائش زباں بر کشود
کہ زائد ثنائے تو از ہیچکس
ثنائے تو باشد ثنائے تو بس

بگفتا کہ عشقم بیاموز تا
بناز و نیازم شوی آشنا
بمن محو کن خویش را آنچناں
کہ دیگر نہ بینی تو خود را بیاں

ادھیائے دوازدہم بھگت جوگ

دگر گفت ارجن بعجز و نیاز
کہ بر روے من شد در فیض باز
مرادِ دل و جان من دادہٗ
زہر کارِ من عقدہ بکشادہٗ
زلطفت نماند است مشکل مرا
مگر آرزو ہست در دل مرا
کہ گردم تماشائیِ مقبلاں
فتد چشم بر روے صاحبلاں
بعشق تو از خویشتن رفتہ اند
بسوز محبت جگر تفتہ اند

ریاضت کشاں را چہ در سر بود
مشقت برائے کہ اکثر بود
چساں محو عشق تو گردیدہ اند
بساطِ علائق نوردیدہ[1] اند
کدامست واصل کدامست دور
کدامست کامل کہ دارد قصور
بگفتا کسانِ حقائق شناس
ندارند کارے بامید یاس
زہر دو جہاں دامن افشاندہ اند
شب و روز در یاد من ماندہ اند
نہ در یاد من با خدایند شاں
کہ دل دادگانِ رضایند شاں
دل و عقل سوئے کسے داشتند
نگاہے بسوئے کسے داشتند

[1] لپیٹا

پرستار آب و گل و سنگ باش
بهر رنگ در یاد بیرنگ باش
تصور بکن جملہ تن نور را
بکف آر دامان مستور[1] را
دگر نیست طاقت کہ از خود روی
مہیائے نابود گشتن شوی
بہر کار در پیش چشمش بہ بیں
بلطف و بمہر و بہ بخشش بہ بیں
چہ طاعت چہ ہمت چہ سالک شدن
چہ مملوک گشتن چہ مالک شدن
اگر ارجن از بہر من کردہ
بملک حقیقت وطن کردہ
بیاد میرسی در دل اللہ کن
کنی ہر چہ اے یار للہ کن

[1] دامان مستور سے مراد چھپے ہوئے پردے یعنی خدا کا دامن

باؤ باش آزادگی پیشہ کن
دل خویش خالی ز اندیشہ کن
بماں خیر خواہ خلائق مدام
مکش تیغ جور و ستم از نیام
ز ماتم نکاہد ز شادی مبال
بدردِ غریبان بکیں بنال
بنائے تمنّا ز دل بر کنی
بیاد الٰہی سخن سر کنی
بزی بے نیازانہ و شاد باش
ز مدح و ذم[١] خلق آزاد باش
رسد آنچہ از غیب شاداں بخور
وگر دست یابی بہماں بخور
مباش ایں ہمہ در تلاش مکاں
بحق باش و ہر جا کہ خواہی بماں

١ ذم ہجو کرنا

هر آنکس کہ آزادہ دل در جہانست
بہر جا کہ شد خانۂ او ہمانست
بلا ردّ و لا کد معاشش بود
نہ از بہر روزی تلاشش بود
سخن ہائے من آب حیواںؔ بود
کہ شنوانندہ را باعث جاں بود
شنیدی اگر زندگی یافتی
چو خورشید تا بندگی یافتی

لہ- آب حیواں، آب حیات

ادھیائے سیزدہم چھیتر جوگ

دگر گفت ارجن زراہِ نیاز
کہ اے کار پرداز عالم نواز
کدام است پرکرت ہم پورکھ کیست
کدامین بود چیترگ چھیتر چیست
کراگیان گویند ہم گے کرا
مفصّل بکن لطفِ بہر خدا
بگفتا کہ چھیتر بدن را بداں
بود چھیترگ عارف راز داں
کس از حال ابدانؔ خبردار نیست
بجز من کسے واقفِ کار نیست

ؔ ابدان جمع بدن کی

شناسائے ہر دو عرفاں بود
کہ مقصود صاحبدلاں آں بود
کنوں بادلِ جمع بشنو زمن
سخن میکنم از طلسم بدن
کسانیکہ اندر خرد رفتہ اند
سخنہا درایں جابسے گفتہ اند
فلک آتش و آب و خاک ست باد
بود پنج عنصر کہ ترکیب داد
من و او عقل و دل و دہ حواس
نگر قدرتے کوست محکم اساس
بود منقسلئے بدان چند چیز
تمنا عداوت محبت تمیز
شکیبائے در رنج و راحت دگر
ہمیں است چھتر سخن مختصر

زعفران سخن میکنم گوش باش
سراپا خرد جملگی هوش باش
بود عارف آنکس که مغرور نیست
ریا پیشگی پاسش منظور نیست
نگردد روادار آزار کس
نخواهد که برهم زند کار کس
تحمل چو کوهِ گرانش بود
فراغت ز هر دو جهانش بود
بود راحت و رنج یکسان برش
خیالات باطل شود از سرش
بود آشتی پیشه و حق گزار
کجی و فریبش نباشد شعار
کند خدمتِ مرشدِ خود بجان
بجوید رضایش بقدر توان

بہر قسم دارد تنِ خویش پاک
نباشد اگر آب یا مشت خاک
بگفتار و کردار قادر بود
بر افعال و اعمال ناظر بود
بود تارک اللذّت او راحواس
شعارش بود شکر و صبرو سپاس
نہ چیند دکانِ حیل در جہاں
کند کار خود را نہ بیند میاں
ز حالات جسم آگہی خوشتر است
چگویم کہ در وے چہا مضمر است
جوانی و پیری و مرگ و حیات
مرض ہائے دیگر ز چندیں جہات
ندارد بہ فرزند و زن الفتے
کہ غالب نگردد بہ او کلفتے

بنالد چو مقصد شود حاصلش
ز فقدانِ مطلب بکاهد دلش
زداید ز دل نقش غیری مرا
نماید بهر رنگ سیری مرا
کند مسکنِ خویش جاہائے پاک
برابر کند خویشتن را بخاک
بہ پرہیز واز صحبتِ ناکساں
بداند کہ عرفاں بود جاوداں
بہ پیش نظر داردش روز وشب
کہ محفوظ ماند ز رنج و تعب
ہمیں است عرفاں دگر غفلت ست
مدہ وقت از دست تا فرصت است
کنوں باتو میگویم آں راز را
کہ بنمائد آں مایۂ ناز را

گر آغاز و انجام آنسو تر است
ز اوهام و افهام آنسو تر است
همانست آتش همانست آب
بهر ذره تابد همان آفتاب

بری ذات او از حق و باطل است
ولیکن بهر رنگ او شامل است
همانست چشم و همانست گوش
همانست مستی همانست هوش
توانا و زور آور و برتر است
محیط جهان و جهان پرور است
جهان جملگی آمد از کوی او
شود باز گشت همه سوی او
جهان و زمان و مکان آن بود
حواس و قیاس و گمان آن بود

همان آشنائیست و بیگانه است
همان مسجد و دیر میخانه است
محبت کند گر بکس مشکل است
که مستغنی است و بخود مائل است
بری از صفات و همه تن صفات
همان غیر ذات و همان عین ذات
رونده همانست و آینده اوست
نشینده جنبنده و پائنده اوست
نمائد چو او نازنینی کند
اگر عقل باریک بینی کند
قریب از قریب و بعید از بعید
همان مے تراود[1] ز گفت و شنید
نماید چو مفهوم و مفهوم نیست
بهر جا ست پیدا و معلوم نیست

[1] ظاہر ہونا

فنا و بقا و جہاں در وے است
ہماں جلوہ پرداز ہر شے است
مہ و مہر لبریز نور است ازو
بود ہرچہ تاریک دور است ازو
ہماں ست عارف ہماں معرفت
باو مے رسند اہلِ دل عاقبت
بود منزلِ خاص آغاز دل
بود ہم سرِ عرش ازیں راز دل
ز قالب ز عرفاں زوانستنی
بگفتیم و ز اندیشہ کردم غنی
بحرفم رسد گر پرستندہ ام
رسد تا بجائے کہ من بندہ ام
بجز پیر کہ نبود کسے در جہاں
نقابست پر گرد بروئے آں

ازاں پردہ او را بلا در سراست

چو بر خیزد ایں پردہ او برتر است

کسے کو بہ پرکرت پرکھ شناخت

ز بندِ گرانِ تناسخ رہا ست

بود پرکھہ فرماں روائے بدن

ازان است محکم بنائے بدن

بود جلوۂ او بہر مغز پوست

تماشائی خود دریں پردہ اوست

شناسندہ بینندہ دانندہ اوست

تو گوئی ہماں آفرینندہ اوست

ہمان ست گیرندۂ ہر مزہ

ہمان ست از پائے تا سر مزہ

بروں از بدن ہم درونِ بدن

ازو اختلاف شیونؔ بدن

ؔ شیون جمع شان کی۔ حالتیں۔

شناسائے او شو که رویش بس است
غرض او دریںجا عجائب کس است
کس طالب او در آب و گل است
کسے حلقه زن بر سرائے دل است
کسے در ریاضت تن و خود گذاشت
کسش جلوه در بت پرستی شناخت
کسے بهر او حج و خیرات کرد
کسے گوش خود بر حکایات کرد
بمنزل گهش میرود هر رہے
پرستندهٔ او نه میر و گہے
مکین و مکاں باهم آمیختند
غبارِ تعین بر انگیختند
بهر کس نگاهِ تو افتد همانست
همان جلوه پرواز کون و مکانست

همه رفتنی[1] او بجائے خودست
که اینها همه از برائے خودست
بیک رنگیش دیده[2] را واکند
بهر رنگ او را تماشا کند
چو اینجا رسیدے رسیدے بکام
که او جلوه گرہست در ہر کدام
دریں صورت آزار خود ہم مکن
بکردی اگر نیک بد ہم مکن
تعلق به پر کثرت دارد عمل
بود فارغ آں پر که از ہر خلل
همه در یکے بیں[3] یکے در همه
نگه از تامل فگن بر همه
قدیم است فانی نخواہد شدن
جز او زندگانی نخواہد شدن

[1] بمعنی سب کو فنا [2] دورنگی چھوڑدے یکرنگ ہوجا [3] وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت

چو آکاشش ہر جا ست لیکن بجاست
کسے کو چناں دید یاب بقاست
چو خورشید کو نور ہر منزلست
بداں گونہ او شمع ایں محفل است
کسے با حقیقت شود آشنا
کہ بیند پر کرت او را جُدا
منہ دل بدیں خود پسندیٔ خلق
بداں موجب پائے بندیٔ خلق
کہ یاراں چرا پا بگل ماندہ اند
چرا در ازاں کام دل ماندہ اند
اگر یافتی کار خود ساختی
وگرنہ غبش عمر درباختی

ادھیاے چہاردہم ترگن سہاگ

کنوں آں سخن بر زباں از دل است
کہ بالاتر از وے سخن مشکل است

تہِ ایں سخن ہر کہ دریافت است
ز دریائے معنی گہر یافت است

چو من فارغ از زادن و مردنست
دلش باب در دست آوردنست

زمان و مکان و دگر ہرچہ ہست
بصد رنگ آنکس کہ ایں نقش بست

برہمست گو تخم دانِ من است
جہاں جملہ زیں رہ از آنِ من است

مہیا سہ گن شد ز ماتا نخست
کزو گشت بنیاد عالم درست
صفائے ستو گن چو آئینہ داں
ازو ہست تسکین و آرام جاں
ہماں دانش و معرفت میدہد
کہ انساں ز آمد شدن وارہد
رجو گن ہمہ تن تمنا بود
ازو کار کردار پیدا بود
تمو گن بود موجب غافلی
ازو سر زند جاہلی کاہلی
ازیں ہر سہ گن ہر کہ زور آورد
سرِ آدمی را بشور آورد
دلش را دہد میل اوصاف خویش
برو کار خود را بہر رنگ پیش

اگر ستت بود بخشد آرام جاں
وگر رج زکردار ہا کام جاں
تم آرد گراں خواب بیدانشی
کہ او ہست اسباب بیدانشی
اگر در ستوگن دہد جاں کسے
بھوت[1] گہم میرسد آں کسے
اگر جامہ را در رجوگن گذاشت
بصفہائے نیکاں علم برفراشت
وگر در تموگن گذشت از جہاں
بود داخل زمرۂ ابلہاں
ستوگن بباید بکہ دار نیک
کہ کارے نباشد بہ از کار نیک
ز رج بر سر آید بلائے عظیم
کشد از حکومت جفائے عظیم

[1] بھوت سے مراد مہا بھوت ہے یعنی خلا۔ ہوا، پانی، آگ اور زمین۔ مطلب یہ کہ بھوت میں پہنچ کر مکمل نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

نمو گُن کند بے خرد مرد را
کہ نشناسد آں جوہر فرد را
زست گُن شود عارف حق شناس
رجو گُن کند طامع بے قیاس
نمو گُن کند مست دیوانہ اش
بہ بیدانشی ساز افسانہ اش
بود میل اوّل بطرف علا
میانہ بود محو حرص و ہوا
تمو گُن بہ تحت الثرے مے برد
بہ بیں از کجا تا کجا مے برد
ازیں ہر سہ آں نو منم جان من
بچشم حقیقت بہ بیں شان من
ازیں ہر سہ ہر کس جدا میشود
خدا شاہد است او خدا میشود

بگفتا کہ اے رفتۂ تو ہمہ
عزیزاں جگر تفتۂ تو ہمہ
ازیں ہر سہ گُن ہر کہ وارستہ است
دل خود بگیسوے تو بستہ است
چساں دانمش چوں تسلّی شوم
دریں راہ تا پا بپایش روم
بگفتا ہر آنکس کہ آزادہ است
بہر جا بیک جلوہ دل دادہ است
بنالد ز ایصال مطلوب او
بنالد ز حرمان مرغوب او
مساوی بود پیش او مہر و کیں
ز شادی نہ شاداں نہ از غم غمیں
بہ انداز گُن با تغیر بود
گہے مسکنت گہہ تکبر بود

به تحریک آنها ز جا کم رود
که این ره بدل آشنا کم رود
تعلق ندارد بکار جهان
غریبی بود در دیار جهان
زر و سیم لعل و در و خاک سنگ
برابر به بیند چو افتد بچنگ
نداند ترا و نخواند مرا
بهر رنگ در جلوه داند مرا
نه از عزتت افتخارش بود
نه از ذلتِ خویش عارش بود
بود دامنش پاک از مدح و ذم
بیک حال باشد بمهر و ستم
شعارش بود بردباری همه
بود کار او حق گذاری همه

بکارے جہاں دلدہی کم کند
ازیں وانگہہ خاطرش رم کند
گُن آئیت نامی چنیں کس بود
غرض آدم خوب اینکس بود
کہ مست ست از یاد من صبح و شام
کشیدست میخانہ ام را تمام
منم صورت و معنۂ ذات پاک
چہامینمایم دریں مُشت خاک
منم کو ہمہ تن نجات آمدہ
بیک ذات در صد صفات آمدہ
منم دین مستحکم و بے زوال
منم آں کمالے کہ باشد کمال
من آرام آں خلوتم
کہ از خلوت آوردہ در جلوتم

ادھیائے پانزدہم پرکھوتم جوگ

عجائب درختے است ایں کائنات
کہ بخشش بہ بالا است اے خوش صفات

ہمہ شاخہا سوئے پایئں عیاں
ورقہائے بید است ہر برگ آں

وے پائدار ست و ناپائدار
نباشد چو آب روانش قرار

بود بید داں ہر کہ ایں راز یافت
تہ کار آں مایۂ ناز یافت

تماشا کن اورا دریں کہنہ کاخ
بہر شاخ باشد پراگندہ شاخ

زگنُ شاخہائش نمو مے کند
ز آز و ہوا سر فرو مے کند
وگر نہ کند میل بالا روی
بمغز سخن رس کہ عارف شوی
خواص حواسش بود برگ بار
ہوا و ہوس داروش بیقرار
قضا ریشائش[1] با عمال بست
بریں صفحہ کیں نقش آمال بست
دواند کسانرا بہ لغزش ہوس
کما ینبغی[2] نیست معلوم کس
کہ سرسبزیٔ او چساں مے شود
چگونش بہار و خزاں مے شود
بود بیخ او محکم از یاد من
بپاشش ز قطع امل پیشہ کن

[1] ریشائش سے مطلب رشتی منی[2] پورا حال نہیں کھلتا۔

پس از قطع او مینوانی رسید
بجائے کہ ناید بدید و شنید
بخلوت گہہ ناز و انگہہ در آ
دراں منزلِ خاص از در درا
بمنزل گہ وصل ایں آں رود
کہ با دامنِ پاک چوں جاں رود
ز ما و منی[لہ] دامن افشاندہ است
بنائے تمنا بر افگندہ است
نہ خیمے بکس نے محبت بکس
بداند کہ باقی ست اللہ و بس
چگویم ازاں خلوت خاص آہ
کہ نبود رہ تابش مہر و ماہ
نگہہ دید آں کس کہ اینجا رسید
نہ از وے خبر ہیچ گوشے شنید

لہ ما و منی بمعنی تکبر

بود نور جاں شمۂ نورِ من
قریب است از دل رہِ دُورِ من
ہمیں ششش پس از مرگ باخود برد
چو بادے کہ بوئے خوش و بد برد
دل و پنج حس جاں کشد سوئے خویش
دریں گلستاں مے کشد بوے خویش
دل و پنج حس محو کار خود اند
زپابندیٔ چشم یار خود اند
ز حالاتِ جاں عاشقاں آگہ اند
گرفتار لذّاتِ حس ابلہ اند
تماشائے جاں در بدن مے کنند
نہ چوں ابلہاں بر سخن مے کنند
زمن مستعار ست نور و فروغ
بود دعوے صبح صادق دروغ

چه مهر و چه ماه و چه سوزنده نار
فروزنده تابنده از من شمار
منم آنکه بارِ جهان مے کشم
چه دانند یاران چسان مے کشم
شوم هر نباتات تا پرورم
شوم آتش و مرغزاران خورم
فراموشی و یاد عالم منم
درین خلق شادی و ماتم منم
منم آنکه مقصود بید آمده
منم آن که یاس و امید آمده
منم آنکه بید از زبانِ من است
زمرش آن طرف آستانِ من است
جهان از وجود و عدم باهم است
چو گیسوئے خوبان خم اندر خم است

همه در فنائیست عارف بجاست
که او رفته است از خود و یا خداست

اگر جان و گر قالب رفتنی است
دگر آنکه باکبریا و منی است

جهان در جهان روشن از جان اوست
بچشم آیدت هر که مهمان اوست

من آنم که گشتم بخود آشنا
گذشتم ز بحرِ فنا و بقا

چو دانستم این را که من کیستم
گرفتارِ تن از پئے چیستم

ز فهمید خود پر که آدم شدم
چو معبود مسجود عالم شدم

شناسائے من عارفِ کامل است
بهر رنگ یادِ منش در دل است

بگفتم تو راز پنہان خویش
نمودم ترا شوکت و شان خویش
بفہم و خبردار ہشیار شو
مخواب این ہمہ آہ بیدار شو
ہماں کس کہ فہمید او جا رسید
وگرنہ عبث رنج و محنت کشید

ادھیائے شانزدہم پوو اسپرنت

بہر کس کہ ایں بست وشش خصلت ست
بداں آدمش کہ ملک سیرت است
صفائے دل و بے خطر بودنے
بعجز و تضرّع جبیں سودنے
بفکر و تن و جاں بسر بردنے
بعشق کسے خونِ دل خوردنے
بقدر میسر بکس دادنے
درِ فیض بر خلق بکشادنے
بدست ایں حواس خود آوردنے
بہ پیش نظر داشتن مُردنے

شدن جملہ تن صرف جنگ کردنے
پئے کار کس تازہ و تنگ کردنے
بعلم و عمل جان و دل بستنے
ازیں و انگیہ قصد وار ستنے
رہِ زاہدی را بسر رفتنے
پئے شعلہ خوئے جگر سفتنے
بجز راستی کم سخن گفتنے
کہ باشد برابر بدُر سُفتنے
ز قہر و غضب دور تر ماندنے
ز ایذائے کس دست افشاندنے
سخا پیشگی وضع خود ساختن
بود ہرچہ از کیسہ انداختن
بصبر و قناعت جگر کاستن
بکدر نمودن صفا خواستن

بلطف و کرم کار بگذاشتن
دلِ خود زِ لذات برداشتن
زِ کردار زشتی حیا داشتن
دل نرم خود را بجا داشتن
زنا کردۂ روئے خود تافتن
زِ اوجِ ضلالت چو خور تافتن
بسختی همه تن تحمل شدن
سراسر گذشت تأمل شدن
درون و برون پاک تر داشتن
زِ حقد[1] و حسد دست برداشتن
زبس عجز با خاک یکساں شدن
کہ اینجاست اے یار یکساں شدن
هر آنکس کہ دور است زیں شش خصال
نخواهد رسیدن به بزم وصال

[1] حقد = کینہ

ریا سیرتے مکر اندیشگی
غرور و تکبر جفا پیشگی
قساوت دگر اعتزازی بحال
بخود چیدن از فرط حسن و جمال
ششم ابلہی کو بلائے بدست
کہ بہر شیاطین جزائے بدست
ملک سیرتاں با خدا واصل اند
شیاطین صفت ہرزہ و باطل اند
میندیش ارجُن کہ خوش سیرتے
نہ چوں ابلہاں رفتہ در غفلتے
دو گونہ بود خلق ایجاد من
یکے آنکہ کردم از انہا سخن
دگر آنکہ انکار من مے کنند
ز نا حق شناسی سخن مے کنند

ز کم فہمیٔ خود نخوانند بید
کلام الٰہی ندانند بید
ز حق در گذشتند و باطل شدند
ز رسم و رہ کیش غافل شدند
سخن مے کنند آں خدا منکراں
کز آمیزش مرد و زن شد جہاں
کسانیکہ دارند ایں اعتقاد
سر و روئے و شاں در تہ خاک باد
ستم مے کنند و جفا مے کنند
ز باطل خیالِ چہا مے کنند
ہمہ تابع خواہشِ کام دل
ز خود رفتہ و محو آرام دل
ہمہ تن تکبّر سراپا غرور
ز راہے کہ حق است بسیار دور

ز مستی غفلت چناں بیخود اند
که محوِ رضائے شیاطیں شدند
شب و روز در فکرِ بد کردنست
ز طولِ امل رشته در گردنست
رسن ہائے حرص و ہوا در گلو
تمامی فساد و سراپا غلو
تمناکشِ عیش و حسرت ہمه
گرفتارِ زندانِ غفلت ہمه
ز جور و ستم جمع زر می کنند
تبه بارِ عصیاں بسر می کنند
عجب شورشے ہر یکے در سر است
نداند که مالک کسے دیگر است
بگوید که امروز ایں یافتم
ازیں یافتم خوب دریافتم

که فردا دگر هم میسر شود
بدیں هیچ گنجینۂ زر شود
بگوید یکے ہرچہ خواہم کنم
یکے را زنم دیگرے را زنم
زہمید باطل بداند. چناں
کہ جز من نباشد کسے در جہاں
منم عارف و کامل و زور ور
منم حاکم و عادل و داد گر
لذائذ مہیا نہ بہر من است
غرض دین و دنیا نہ بہر من است
نباشد بجز من کسے شادمند
نصیب دگر نیست بخت بلند
شریف النسب در زمانہ منم
عدیم المثال و یگانہ منم

منم آنکه خیرات و حج میکنم
بکارِ نکو تاز و تگ مے کنم

اسیرِ کمند ہوا گشتہ اند
گرفتار دایم بلا گشتہ اند

سراسر بود بر غلط رائے شاں
چو میرند دوزخ بود جائے شاں

به سیم و زر و خویش دارند ناز
ز کج فہمیٔ خود نیایند باز

بحرفِ بزرگاں ندارند گوش
ز مستی بہر لحظہ بازند ہوش

بمکر و ریا خیر و طاعت کنند
پئے خود ستائی رعایت کنند

بصد رنگ جور و جفا مے کنند
پئے کار خود قتل عامی کنند

زمن میگریزند و با دیگران
محبت بگیرند ایں خودسراں
زجملہ بیشتر غافل و بے ہشند
کہ جاں دار را بہر جگ میکشند
بہ تنہائے معہود در میروند
بجسم سگ و خوک و خو میروند
سہ دروازۂ دوزخ است ایجواں
طمع است و خشم است و شہوت بداں
ازیں ہر سہ در رفتنت خوب نیست
کہ ایں راہ واصل بمطلوب نیست
کسے کو ازیں رہ شود بر کنار
کشد آں ہمہ ناز را در کنار
رود ہر کہ بیروں ز فرمان بید
ز مقصود خود مے شود نا امید

اگر ہست مقصود تہ نظر
مکن آنچہ منع است در شاستر
خلافِ بزرگاں نکردن خوش ست
بآئینِ خود جاں سپردن خوش ست

ادھیائے ہفدہم تری بھاگ

بپرسید ارجن کہ اے رازداں
ز حالِ کسے کن بہ پیشم بیاں
کہ دارد محبت بیادِ خدا
ولیکن علی الرغم[1] ایں بیدہا
ازیں ہر سہ گُن در کدامین بود
چہ ایں شخص را دین و آئین بود
بفرمود باشد ارادت سہ نحو[2]
کہ بر طبع خود ہر یکے ہست محو
ترا دہ ہمہ ہر چہ در گونہ است
مثالِ دلِ شخص پُر گونہ است

[1] علی الرغم بمعنی برعکس [2] سہ انسانوں کی تین قسمیں ہیں ستگنی تمگنی اور رجگنی

پرستند ملک را بست گُن قرین
دلش ہست مائل براہِ یقین
برد جحیمِ ورا جھیں شیاطین تم
کہ ہست ایں پرستش ہمہ درد و غم
ہر آنکس کہ غافل ز آئین و کیش
کند از ریاضت دلِ سینہ ریش
بود در دل او کہ ایں جملہ خلق
کند اعتبارش ز ارباب دلق
ز بیدانشی ہست در بند غم
بر احوال خود سے نماید ستم
بود اینچنیں کس پرستار دیو[1]
کہ ہستند ایشاں ہمہ رنگ و ریو[2]
مرا ہم کہ جانِ ہمہ عالم
از ایشاں اذیت رسد دمبدم

[1] دیو بمعنی شیطان [2] ریو بمعنی مکر و فریب

سہ گونہ بود جنگ و زہد و غذا
دگر خیر کردن بخلق خدا
غذا ہائے مرغوب و ہم خوشگوار
برد اہل ست گن ہمہ دم بکار
دگر تلخ ہم تیز و گرم و ترش
نمک سود و بر شور و ہم لحم کش
کہ باشد مفرد بسے ناگوار
کند اہل رج گن ہمہ اختیار
دگر شور و ترسر و شب ماندہ را
خورد ھر کہ تم طبع باشد ورا
نتیجہ نہ خواہد ز جنگ ہیچ گاہ
کند صرف آں دولت و مال و جاہ
کند صاحب ست گن ایں کار را
کہ بگرفت در مرد خود یار را

نتائج طلب خود نمارا عجبے است
خلاف کتب طاعت نامسی است

نہ افسوس نہ خیرات زر بے طعام
ندارد بحق اعتماد تمام

بود طاعت جسم عجز و نیاز
نمودن ز افعال بد احتراز

پرستیدن دیوتا و پدر
دگر پیر استاد اہل نظر

[سلہ] بتجرید و تفرید باشد مدام
بکوشد بہ تطہیر تن صبح و شام

عبادت بگفتن چنیں مے کنند
کہ ہر حرف را دل نشیں مے کنند

بہ شیریں زبانی و آہستگی
کہ افتد سبب بہر وابستگی

سلہ بتجرید و تفرید - جمعی ستی - یعنی مجرد و تنہا

بہر کس بگفتن بمقدور خویش
نہ کردن بزخم زباں سینہ ریش
سخن مے کند مرد روشن ضمیر
خوش آیندہ و راست و دلپذیر
بدرس علوم و بذکر خدا
شب و روز بودن بصدق و صفا
بود طاعت دل ہمیشہ خوشی
فرو خوردنِ غصہ و خامشی
بہر رنگ باہر کسے ساختن
بہ ضبطِ دلِ خویش پرداختن
دلِ خویش کردن چو آئینہ صاف
دو چارِ ہمہ کس شدن سینہ صاف
اگر بے غرض ہر سہ طاعت کند
بود ساتگی و فراغت کند

دگر ہست دلدادۂ آرزو
بود راجسی اسے پسندیدہ خو
اگر بہر آزار کس مے کنند
بود تامسی و ہوس مے کنند
بود خیر کردن بسے خوشنما
شود خوشنما ترچو باشد بجا
دہد زر و لیکن نہ در مزد کار
بجائے نکو بہر پروردگار
دہد ہر کہ ایں گونہ او ساتکی است
وگر بہر خواہش دہد راجسی است
غرض خواہد و مزد و محنت دہد
پئے خوشنمائی و شہرت دہد
دہد رائگاں تامسی مال خویش،
علی الزعم احکام آئین کیش

یکے شد سہ و از سہ شد صد ہزار
وزاں ہر سہ بگرفت عالم قرار
ز حرفِ نخستیں برہما شدہ
زمین آتش و بید پیدا شدہ
ز حرفِ دوم بشن آمد بدید
دگر انتریچھ بادو ہم ججر بید
ز حرفِ سوم آمد اے راست بیں
مہادیو خورشید و خلد بریں
دگر گشت ازو سیام بید آشکار
اتھربن دراں ہر سہ داخل شمار
بحرفِ نخستیں بود رنگ زرد
ز تاثیر رجگن برو کار کرد
بود حرفِ دیگر برنگ سپید
کہ شد خاصۂ ستگن ازوے پدید

۱ رگ وید ۲ یجر وید ۳ سام وید ۴ اتھروید

سوم رنگ باشد برنگِ سیاہ
کہ دارد خصائل ہمتوگِن نگاہ
الف راست تاثیر سوزند نار
بتاثیر مہ او شدہ آشکار
بتاثیر خورشید میم آمدہ
کزو کارہائے عظیم آمدہ
بہ ترکیب ایں ہر شد کائنات
کہ اینہا صفات اندوآں عین ذات
بہ آغاز ہر کار او را بخواں
کہ رمزیست ہر حرف ایں نکتہ داں
ہمیں را کند اسم ذات اعتبار
شود ذاکرش داخل بزم یار
نہ یابد بانکارِ حق مُضمر
کہ ایں کار چوں زہر باشد مضر

رہ و رسم آئین ہمہ راست است
دل خویش منکر عبث کاست است
بہ بے اعتقادی اگر کار کرد
پے جان خود فکر آزار کرد

ادھیائے ہیزدہم سنیاس جوگ

دگر گفت کاے راز دانِ جہاں
بگو حال سنیاس و تیاگ ایں زماں
کہ دارم تمنا ز حد بیشتر
ہمیں سوز دم شوق مفرط جگر
بگفتا بکن ترک در آرزو
پس انگہ ز سنیاس حرفے بگو
کہ سنیاس ترک تمنا بود
بیاد خدا بودن اولیٰ بود
بود تیاگ ترک عمل خواستن
بہ کنجے نشستن نہ برخاستن
نوشتند در سانکھ اہل نظر
کز آزار جاندار باید حذر

گناه است بر آدمی ترک فرض
که بر ذمه اش هست مانند قرض
بتحقیق من ترک باشد سه رنگ
کزان گشت آئینه ام دور زنگ
نکردن گناه است و کردن صواب
ولیکن نخواهد ز کردن ثواب
بخیرات جگ بهره یابند خلق
پر آسوده باشند ارباب دلق
بغفلت کند ترک اگر تامسی ست
بنزدیک من ترک آن ناکسی ست
هر آنکس که از خوف محنت گذاشت
بنزدیک خود ترک را خوب داشت
چنیں ترک را راجسی نام هست
ز مقصود بهبود ناکام هست

کند کار بہرہ بخواہد ازاں
بہر کار خود را نہ بیند میاں
چنیں ترک از سانکی میشود
کہ راہِ نکو منتفق سے رود
ز نیک و بد آنکس کہ آنسو تر است
بہ پیشم ہماں محض نیکو تر است
ز کردار خالی نباشد بشر
کہ باشد کہ نایدٔ دریں راہ گذر
ولیکن پئے خویش غافل کند
برائے خدا مرد عاقل کند
سہ گونہ بود کارہائے بشر
کہ نیک است و بد نیک و بد بر شمر
ز کارے نکو می رود در بہشت
بقعر جہنم برد کار زشت

بقیدِ تناسخ کند واردش
بانواع قالب درون آروش

سبب پنج باشد بکارِ جہاں
سرِانجام ہر کارہ زانہا بداں

حواس و تن و جاں و تقدیر و جہد
نباشد جز ایں پنج در ہیچ عہد

چہ از تن چہ از دل چہ کارِ زباں
ہمہ کار موقوف باشد بر آں

کسے کز سبب دست خود داشتہ
ہمہ کار از ذات انگاشتہ

بہ نزدیک من جاہل و غافل است
زحق دور ماند کہ پُر باطل است

زقیدِ خودی ہر کہ وارستہ است
زغیرِ خدا چشم خود بستہ است

ز خونریز ہم نیست نقصان برو
کہ دخلے ندارد من و ما درو
سہ حکم است کردار را اے عزیز
نگہدار حرفم بگوشش تمیز
کہ دانست و دانندہ و علت ست
ولے کار وابستۂ قدرت است
بہ ترکیب کُن کار سہ قسم شد
کزاں عاقبت تنگ بر جسم شد
بود ساتگی آنکہ ہر جاش دید
بچشمِ حقیقت تماشاش دید
ولیکن بداند کہ مقسوم نیست
بہر شخص ایں نکتہ معلوم نیست
کسے کو بداند کہ ہر جا خدا ست
ولیکن بہر رنگ شانش جدا ست

چنیں معرفت خاصۂ راجسی ست
مقید پرستیدنش تامسی ست

بود هرچه واجب کند صبح و شام
بجهد بلیغ و بسعی تمام

نباشد پئے خصمی و دوستی
بداں اینچنیں کار را ساتکی

اگر از پئے کام دل مے کند
و یا بهر آرام دل مے کند

کند کار و داند که من کرده ام
ز حد بیش خون جگر خورده ام

بداں راجسی ایں چنیں کار را
دگر خواهد آزار جاندار را

ز غفلت نه داند سر انجام کار
ندارد بکف رشتۂ اختیار

چنیں کار را تا کسی مے شناس
که ایذا رسانست بیش از قیاس
نخواہد مگر آنکہ از کار خویش
تبختر ندارد بکبر وار خویش
بود صابر و شاکر و بے ریا
کشد رنج و محنت برائے غذا
بنالد چو مقصود گردد حصول
ز نا یابی اش ہم نگردد ملول
چنیں شخص فارغ ز ماد منی ست
غنیمت شمارش که او شگنی است
نتائج طلب ہر که از کار شد
برائے غرض از ہمہ یار شد
بود طالب مال و فرزند و زن
کشد رنج و محنت پئے خویشتن

بہر رنگ مقصود خود خواہد او
اگر یافت خوش ورنہ جاں کاہد او

مقید نہ باشد بہ تطہیر تن
بود دامن آلودۂ ما و من

کشد بے گناہ را برائے غرض
نشارد بہر کار پائے غرض

چنیں فاعِل کار راجس بود
غرض خویشتن دار راجس بود

زنیک و بد خود گر آگاہ نیست
بداند کہ از راہِ گمراہ نیست

شقیہ تنک مایہ و ہرزہ کار
جفا کار حق پوش و بطلاں شکار

ریا پیشہ و کاہل و بدسرشت
بود کار او جمگی کار زشت

عزیزے گر آید اہانت کند
بہ بیہودہ کاراں اعانت کند
بہ کمزور زور آزمائی کند
زحد بیشتر بے حیائی کند
چنیں شخص در بند ناکس بود
بر ہر خردمند ناکس بود
بتاثیر گنہاسہ قسم ست عقل
کنم من بتفریق پیشِ تونقل
تحمل زگُنہاسہ قسم ست نیز
بحرفم بیند از گوشِ تمیز
تمیز بد و نیک دھرم و ادہرم
زقہر خدا خوف و در خلق شرم
تمیز رہ و رسم آئین کیش
شناسائی ملت و دین خویش

رسیدن بمعنئ امید و بیم
بر انجام ہر کار بودن علیم
خبر بودن از قید و آزادگی
بدانستیٔ قدر افتادگی
چنیں عقل را سانگی گفتہ اند
کسان کاگہ راز بنہفتہ اند
ندانستنی حق کما ینبغی
بداں اینچنیں عقل را راجسی
بود عکس ساتک تناس تمیز
چو آنکس کہ او نقرہ داند ز ریز
ہر آنکس کہ غالب بود بر حواس
بر او مساویت امید و یاس
بود پاس انفاس منظور او
بود نام حق ذکر و مذکور او

ئہ بمعنی قلعی

دل خویشتن را بدست آورد
بمینائے خواہش شکست آورد
تحمل چنیں شیوۂ سادگی ست
خوشا حال آنکس که ایں گونه زلیست
نگهدارئیے دین و مقصود خویش
پیۓ نام کردن دل و سینه ریش
شکیبائی ایں چنیں راجبی ست
تحمل که بدتر بود تاسی ست
که ماند بستی و غفلت مدام
سحر را نماید در اندیشه شام
بخواب گراں از جہالت بود
همه کار او بر بطالت بود
سه قسم است آرام ارجمن بداں
که آسودگی بخش جسم ست و جاں

یکے آنکہ بعد از ریاضت بود
کہ از ہر دو عالم فراغت بود
اگرچند زہرست در ابتدا
چو آبِ حیاتست در انتہا
دلِ آدمی چوں بسویش کشد
بچیند گُلِ وصل و بویش کشد
ازیں خوشدلی گردد آسودہ جاں
چنیں راحتے را تو سآتک بخواں
دوم حاصل از لذتِ حس شود
طلائے نماید ولے مس شود
ندیدم کسے را بروئے زمیں
نہ در دیوتاہا بہ چرخ بریں
ازیں ہر سہ گن برکرانہ بود
مگر آں خدائیؔ یگانہ بود

محیط است بر چار برن این سہ گُن
برنگ بہ نقسیم شد گوش کن

بخوئے ستوگن برہمن بود
کہ پاکیزہ و خشک دامن بود
دل و پنج حس را بدست آورد
بفوج رعونت شکست آورد
ریاضت بصبر و تحمل کشد
بدرک معانی تامل کشد
ثباتش بود بر کتاب و بدین
بعلم الیقین ہم بعین الیقین

بخوئیت ست رج بر آمیختہ
قضا نقش ہر چہتری ریختہ
سخاوت شجاعت ثبات قدم
ہمہ جہد بودن بہ تحصیل علم

ے کشتھری

خیالِ ریاست بسر داشتن
زاحوال ہر کس خبر داشتن
نگہداشتن پاس جاہ و جلال
تامل نمودن بفکر مآل
خبردار بودن بفنِ سلاح
تحمل نمودن کہ بخشد فلاح
بخوے رج و تم گنند کار بیش[1]
سہ گونہ نمودند کردار بیش
زراعت تجارت شبانی دگر
ندارد خیالات دیگر بسر
بود خوئے تم گن بشودر تمام
بود خدمتش کار ھر صبح و شام
ہر آنکس کہ بر وضع خود قائم است
دلش خورم و بہرہ ور دایم است

[1] دیش

پرستند کسے را باعمالِ خویش
کہ از عقل و فہم و تمیزست بیش
ہماں جلوہ شد جلوہ گر در ہمہ
ہماں نورِ تابش کند بر ہمہ
رسد تا بمقصود راحت کند
ز آمد شدن بافراغت کند
بدین و گر رہ نبردن خوش است
بآئینِ خود جاں سپردن خوش ست
اگر کارِ شایانِ خود کردہ ست
ز نیکانِ عالم سبق بردہ است
اگرچند بے عیب کردار نیست
ولے ہمچو کارِ خودت کار نیست
چو آتش کہ عیب و نکاں در وے است
باین عیب ہم ترکِ آتش کے است

کند کار از مردہ دل بر کند
خیالِ تکبر ز سر دور کند

خرد را دراں دخل کمتر دہد
کہ تا نخل امید او بر دہد

نداند کہ من مے کنم ایں عمل
اگر اینچنیں کردہ شد بے خلل

ز ترکِ عمل آنچہ حاصل شود
بدست آید او را و کامل شود

کند ہر چہ للّٰہ میداندش
خدا بندۂ خویش میداندش

بطرزیکہ واصل بحق مے شود
پئے رحمتش مستحق مے شود

انزاں اند کے گوش کن اے پسر
کہ کردم زرازِ حقیقت خبر

کند ترک لذّات حِسّی شخت
بدست آورد دل بعقل درست
خیالِ محبت ندارد بسر
نہ از کین خراشد کسے را جگر
بخلوت نشستہ غذا کم کند
چو وحشی ز دنیائے دوں رم کند
زبان و دل و دین نگہدار داد
خیالِ ہماں رشک سردار داد
خودی و غرور و غضب حرص و آز
ازینہا بباید شود بے نیاز
ذخیرہ نہ کردن کند اختیار
ندارد محبت بخویش و تبار
چنیں شخص آخر ہماں مے شود
ہمہ تن دل و جملہ جاں مے شود

هر آنکس که محو ست او خوشدل ست
همیشه به محبوب خود واصل ست
تماشش بنود که خود مقصد است
که بر دین و دنیاش دستے زو ست
برابر بود پیش او مور و فیل
همین است عرفان او را دلیل
چو من مے شود مے رسد تا بمن
تو هم آشنا شو خدا را بمن
چو بر من کند تکیه بر کاروبار
بود دلبرِ مقصدش در کنار
بامداد و تائید و عقل و معاد
دلِ خویشتن را بمن هر که داد
ز بندِ غم و درد آزاد شد
جهانش بیادِ من از یاد شد

اگر از خودی پا بگل مانده اند
بسے دور از راہِ دل مانده اند
غلط ہست از جنگ خویشاں گریز
مشیت ہمی آردت بر ستیز
تو شاہی و نوبت شجاعت بود
نمایاں ز رویت شجاعت بود
بپائے تو زنجیر مردانگی است
چنیں بد دلیہا ز دیوانگی است
کند خوے تو عاقبت کار خویش
کنی جنگ با پیر و فرزند خویش
ولے نیست گو منزلِ یار نیست
ازیں راز ہر کس خبردار نیست
بچرخ است عالم ز فرمان او
سر عاشقاں است قربان او

همه هست از قدرتِ کردگار
نه کارِ من و تست این کاروبار
پناهنده شو با خدائے کریم
ز غیر از کرم نیست رائے کریم
باو دار چشم و باو دار گوش
باو دار دل را گرت هست هوش
پرستارِ او باش در یادِ او
گرفتارِ او باش و آزادِ او
قلم کش براوراق و آئین کیش
ورا کن تصور دل و دین و خویش
درِ معرفت بر تو کردیم باز
تأمل کن و کارِ خود را بساز
ز هر بند آزاد او ساز دت
ز هر گونه غم شاد او ساز دت

کنوں بشنو از من کہ یار منی
باخلاصِ دل رازدار منی

بمن دار دل نے بہ سوئے غیر
بمن باش دائم نہ در کوئے غیر

پرستار من باش ہر صبح و شام
مرا سجدہ کن با نیازِ تمام

مرا یاد کن تا بیابی مرا
بہ بینی بصد بے حجابی مرا

بمن مے رسی عہد بستم بتو
بہر حال اے یار ہستم بتو

رہ و رسم و آئینِ دیں را گذار
بمن روئے دل از محبت بیار

تفکر مکن حامئی تو منم
کہ پختہ کن خامئی تو منم

مگو پیش منکر سخنہائے من
مگو باکسے گوست دانائے من
بجاہل بغافل بکاہل مگو
بنا حق شناسانِ باطل مگو
سخن ناشنو را مخاطب مکن
بنا محرماں ز آگہی لب مکن
ہر آنکس کہ ایں راز را بشنود
بخلد بریں بیگماں میرود
دہد فائدہ معتقد را بسے
عقیدت نہ بخشد بمنکر کسے
ہر آنکس کہ خواند عزیز است او
کہ از صاحبان تمیز است او
جواب و سوالِ کہ باہم شد است
ہر آنکس کہ خواند ست خرم شد است

اگر گوش دارد کسی از اعتقاد
بود فارغ از رشک و حقد و عناد
خوشا حال او خوش سر انجام او
بریں صفحہ ماند بقا نام او
بگو ہر چہ گفتم شنیدی ز دل
ہم از قوم و خویشاں بریدی ز دل
بگفتا کہ از یمن ارشاد تو
بہ بستم دلِ خویش با یاد تو
بخویشاں محبت نماندہ مرا
کہ عرفاں بجائے رساندہ مرا
بفرمان تو بستہ ام من کمر
ندارم نہ پیکار کردن حذر
دگر سنجی بار اجر گوید سخن
کہ از لطف بیاس وحید زمن

شدم محرم ایں سخنہائے راز
کہ مے گفت آں مظہرِ بے نیاز

سحر وردِ پاکیزہ گیان است ایں
دوائے دل سینہ ریشانست ایں

عجب گفتگوئیست دلشاد کن
ز قیدِ غم و درد آزاد کن

چناں جلوۂ حسن او دیدہ ام
کہ از خود فراموش گردیدہ ام

چہ من پرسی از من ظفریاب گیست
پئے تخت شاہنشہی باب گیست

بجائے کہ چوں کشن جوگیشر است
کہ از نور او ہر دو عالم پُر است

بجائے کہ ارجن کماندار ہست
باقبال خوبی سرو کار ہست

همانجاست دولت همانجاست داد

همانجاست فتح و ظفر یاد باد

اگرچند فخرے تو ثروت بجاست

و لے فخر کردن کجا خوش نماست

بکن سجدۂ شکرِ پروردگار

کہ آید ز دستِ تو زینگونہ کار

تمام شد

حمایت اسلام پریس لاہور

بہ اہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر ایم۔ ایس چودھری پبلشر نخیلستان گڑھی شاہو لاہور سے شائع کی